مقاصد شریعت : ایک اصولی تجزیہ

مقاصدِ شریعت سے متعلق برسوں کے فکر ومطالعہ کا حاصل، دسیوں کتب کے مواد کا اصولی تجزیہ، مقاصد شریعت کی حالیہ روش ، اس کے ممکنہ فوائد ونقصانات، اصولِ فقہ کے دائرہ کار میں رہتے ہوئے مقاصد شریعت سے استفادہ کا عملی منہج اور اصولی شاہ راہ، موضوع سے متعلق ایک پُرمغز اور متوازن تحریر

مؤلف :

مفتی عبید الرحمن ، مردان

مکتبہ دار التقویٰ ، مردان

۰۳۰۰۹۳۲۶۱۰۱

فہرستِ مضامین

باب اول: ۷
مقاصد شریعت کی تعریف ۷
علم مقاصد شریعت کا موضوع اور غرض ۹
مقاصد شریعت کے فوائد ۱۰
تاریخی پسِ منظر ۱۲
معمارینِ فن ۱۲
قدیم وجدید کا فرق ۱۴
مقاصد شریعت کے استخراج وتعیّن کا طریقہ کار ۱۵
علامہ شاطبی رحمہ اللہ کی تحقیق ۱۵
علامہ ابن عاشور رحمہ اللہ کی تحقیق ۱۶
مقاصد شریعت کتنے اور کون کونسے ہیں؟ ۱۸
"مقاصد شریعت" میں توسیع ۱۹
مقاصد کی مختلف تقسیمات ۲۱
ابواب کے لحاظ سے پہلی تقسیم ۲۱
طریق استخراج کے لحاظ سے تقسیم ۲۲
انسانی نفع کے لحاظ سے تقسیم ۲۳
استفادہ کا دائرہ کار ۲۳
قدیم مسائل میں مقاصد شریعت کی افادیت ۲۳

جدید مسائل میں مقاصد شریعت کی ضرورت ۲۴
علامہ شاطبی کی تحقیق ۲۴
باب دوم: ۲۶
مقاصدِ شریعت کی اصولی شاہراہ ۲۷
قدیم و معاصر غلو کے چند نمونے ۲۹
خطرات و خدشات: اسباب و نتائج ۳۲
ماضی کی مثال ۳۵
زمان حال کی مثال ۳۷
اصولی غلطیاں ۳۷
پہلا مرحلہ: مقصود کا تعین کون کرے؟ ۳۸
اصولی طریقہ کار ۳۸
دوسرا مرحلہ: مقصود کا تعین کیسے؟ ۳۹
نئی فہرست کی دو نمایاں خامیاں ۴۰
دنیوی مصالح کے تحفظ اور اسلام کا موقف ۴۲
اصولیین اور "مقاصدیین" کی تصریحات ۴۳
تیسرا مرحلہ: مقصود کا تعین کیوں کرے؟ ۴۷
چوتھا مرحلہ: مقصودیت کا درجہ ۴۸
پانچواں مرحلہ: مقاصد شریعت کی درست تطبیق ۴۹
باب سوم: مقاصد شریعت کے باب میں احتیاط و اعتدال کی ضرورت ۵۰

قدیم اہل علم کی آراء ۵۰
امام غزالی رحمہ اللہ کی تحقیق ۵۰
امام ابن دقیق العید رحمہ اللہ کا موقف ۵۲
علامہ تفتازانی رحمہ اللہ کا موقف ۵۳
امام شاہ ولی اللہ دہلوی کی تحقیق ۵۴
معاصرین کی شہادتیں ۵۶

تعارفِ کتاب

حضرت مولانا محمد افضال صاحب زید مجدہم

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام علي رسوله خاتم النبيين و علي أله واصحابه اجمعين اما بعد!

ہمارے اس پر فتن دور میں جہاں اور بہت سارے فتنے ہیں، ایک بہت بڑا فتنہ نااہل لوگوں کا شرعی احکامات و اصطلاحات ہیں، بے جا دخل اندازی اور ان کی تشریحات کا ہے، آئے دن رسائل اور جرائد اور الیکٹرونک میڈیا پر ثابت شدہ اور متفقہ مسائل کو تختہ مشق بنایا جاتا ہے، کہیں تو سود جیسے قطعی حرام کو معیشت کی ضرورت کی مصلحت کی وجہ سے حلال قرار دیا جاتا ہے، تو کہیں چہرے کی پردہ کو حلال کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، اور بعض زیادہ قوم کے خیر خواہ تو علماء کو یہ الزام دیتے ہیں کہ ان کو زمانے کے حالات وضروریات کا ادراک نہیں، الغرض جتنے منہ اتنی باتیں۔ اور اگر ان کے دلائل کا بغور مطالعہ کیا جائے تو خلاصہ نکلتا ہے :" اس میں مصلحت اور فائدہ ہے اور دین میں لوگوں کی مصالحت اور ضروریات کا لحاظ کیا گیا ہے "، یہ دراصل " کلمة حق ارید به الباطل " کے قبیل سے ہے۔

دین میں واقعی مصالح کا لحاظ ہے لیکن ان مصالح کی تعیین ایک مشکل امر ہے، یہ تعیین کون کرے گا؟ کب کی جائے گی؟ کیوں کی جائے گی؟ اور مصلحت ہوتی کیا ہے؟ اور اس پر کہاں تک مسائل کی بنیاد رکھی جاسکتی ہے؟ یہ تمام باتیں مشکل اور غور طلب ہیں، ان تمام باتوں کو متقدمین نے اپنی اپنی کتب میں ذکر فرمایا، خصوصا اصول فقہ کی کتب میں، اجتہاد و قیاس کی بحث میں ان مباحث سے تعرض ہوتا ہے، استحسان، عرف

عام و خاص کی بحث، مصلحت کی بحث اس مسئلہ کے ساتھ متعلق ہیں، لیکن یہ مباحث متفرق ہیں، مصالح کی بحث کی تمام جوانب کا احاطہ نہیں اور گزرے ہوئے تمام سوالوں کا جواب ناتمام ہی رہتا ہے، لہذا ضرورت تھی کہ ان مسائل کو شریعت اور اصول کی روشنی میں عام فہم اور سہل الحصول انداز میں جمع کر دیا جائے تاکہ ان مباحث کا سمجھنا آسان بھی ہو جائے اور اباحیین کے لئے فریب خوردگی سے نکلنے کا راستہ اور وسیلہ بن جائے۔

"مقاصد شریعت ایک اصولی تجزیہ" اسی مقصد کے لئے لکھی گئی ہے، حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے اس موضوع کے تمام جوانب کو بہت ہی آسان اور عام فہم اور جاذب انداز میں جمع کر دیا ہے، متذکرہ بالا تمام سوالوں کا جواب اسی رسالہ میں موجود ہے، بندہ نے خود اسی مصلحت کی بحث کے لئے بہت ساری کتب کا مطالعہ کیا لیکن کما حقہ فائدہ نہ ہوا، حضرت دامت برکاتہم العالیہ کی اس کتاب سے ایک ہی مجلس میں تمام مباحث اور جوانب کو اللہ کریم نے ذہن میں روشن کر دیا۔

اللہ کریم سے دعاء ہے کہ اللہ جل شانہ امت کو زیادہ سے زیادہ اس کتاب سے مستفید ہونے کی توفیق عطاء فرمائیں، اور امت کو ہر فتنے سے محفوظ فرمائے۔ آمین۔

(حضرت مولانا مفتی) محمد افضال صاحب

جامعہ دار العلوم نصیریہ غور غشتی، اٹک

٦ نومبر، ۲۰۲۳ء

باب اول:

الحمد لله علىٰ نعمائه الشّاملة وألائه الكاملة لا سيّما علىٰ ما أنعم به علينا مِن الإيمان والإسلام والصّلوات والتسليمات علىٰ أنبياء الله وأتباعهم لا سيّما سيّدَنا وحبيبَنا محمّدا وعلىٰ آله وأصحابه أجمعين إلىٰ يوم الدّين.

مقاصد شریعت کی تعریف

"مقاصد" قصد سے مشتق ہے اور مقصود کی جمع ہے جس کا معنیٰ ہے: قصد کی ہوئی چیز، وہ چیز جس کا ارادہ کیا جائے۔ اور "شریعت" اصل لغت میں اس گھاٹ کو کہا جاتا ہے جہاں سے لوگوں کی پانی کی ضرورت پوری ہوتی ہے، یہاں اس سے مراد دین اسلام ہے۔

"مقاصد شریعت" ایک اصطلاحی عنوان کے طور پر استعمال ہوتا ہے، یہ اصطلاح پہلے اصولیین کے ہاں بھی کسی قدر رائج تھی اور انہوں نے ہی اس کو وسیع شکل میں مرتب فرمایا ہے لیکن اس کو انہوں نے یا تو اصول فقہ کے ایک باب کی حیثیت سے ذکر فرمایا ہے اور یا شریعت کے اسرار ورموز کی حیثیت دیکر بیان فرمایا ہے، اس لئے فنی دقیق تعریفات وغیرہ کی طرف زیادہ ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔ دور حاضر اور ماضی قریب میں اس پہلو سے کچھ زیادہ ہی اعتناء برتا گیا ہے اوراس کو باقاعدہ ایک مستقل فن کی حیثیت سے متعارف کرنے کی

کوشش کی گئی اس لئے فنی تعریفات ومبادی متعین کرنے کی بھی ضرورت محسوس کی گئی۔

اب اس کی اصطلاحی تعریف کیاہے؟علامہ محمد طاہر ابن عاشور رحمہ اللہ اس کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

المبـاني والحِكَـم الملحوظـة للشـارع في جميـع أحـوال التشـريع أو معظمها؛ بحيث لا تختص ملاحظتها بالكون في نـوع خـاص مـن أحكام الشريعة

ترجمہ:(مقاصد شریعت سے مراد)وہ بنیادیں،اور حکمتیں ہیں جن کالحاظ رکھتے ہوئے شارع نے تمام تراحکامات یااکثراحکامات مقرر فرمائے ہیں اوران مصالح کالحاظ کسی خاص قسم احکام میں ملحوظ نظر نہ تھابلکہ تمام میں کار فرماتھا"۔

"مقاصد شریعت"سے وابستگی رکھنے والے متعدد حضرات کی تعریفات نقل کرنے کے بعد شیخ نور الدین خادمی اس کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

المقاصد هي المعاني الملحوظة في الأحكام الشرعية، والمترتبة عليها؛ سواء أكانت تلك المعاني حكما جزئيـة أم مصـالح كليـة أم سـمت إجمالية، وهي تتجمع ضمن هدف واحـد، هـو تقريـر عبوديـة الله ومصلحة الإنسان في الدارين.[1]

ترجمہ:"مقاصد شریعت سے مراد وہ باتیں ہیں جن کالحاظ تمام احکام شرعیہ میں رکھاگیاہوں اورجوان احکامات پرمرتب ہوں،خواہ وہ کوئی خاص مصلحت ہویاعمومی

[1] علم المقاصد الشرعية،المبحث الثالث: موضوع مقاصد الشريعة،ص۱۷

،بہر حال سب کا مقصد اللہ تعالیٰ کی بندگی کالحاظ رکھ کر دونوں جہانوں میں انسان کی کامیابی ہے"۔

علم مقاصد شریعت کاموضوع اور غرض

کسی بھی علم وفن کا موضوع وہ چیز ہوتی ہے جس کے ذاتی احوال سے اس علم وفن میں بحث کی جاتی ہے،اس تناظر میں اگر مقاصد شریعت کو باقاعدہ علم وفن کا درجہ دیاجائے تواس کا موضوع کیاہوگا؟ اس کے متعلق شیخ نور الدین خادمی لکھتے ہیں:

موضوع مقاصد الشريعة: هو بيان وعرض حِكَم الأحكام، وأسرار التشريع، وغايات الدين، ومقاصد الشارع، ومقصود المكلف ونيته، وغير ذلك مما يندرج ضمن ما أصبح يعرف حاليًا بمقاصد الشريعة التي أصبحت عِلمًا شرعيًا، وفنًا من فنون الشريعة الإسلامية.

ترجمہ:"مقاصد شریعت کاموضوع شرعی احکام کے مصالح اوراسرار بیان کرنا،دین وشریعت کے فوائد،اور شارع کے مقاصد،مکلف کی نیت اورارادے اوران کے علاوہ وہ دیگر امور ہیں جو آج کل مقاصد شریعت سے جانے جاتے ہیں اوروہ ایک مستقل علم اور دینی فن کی حیثیت اختیار کرچکی ہے"۔

زیادہ باریک بینی کے ساتھ دیکھاجائے تو یہ موضوع کی بجائے غرض وغایت کانام دینا مناسب معلوم ہوتاہے کہ اس فن کا غرض یہی ہے کہ شرعی دلائل سے شرعی مقاصد معلوم کرلئے جائیں اور پھر اس کو مختلف مواقع پر

بروئے کار لایا جائیں۔ اس کا موضوع شرعی دلائل ہیں اس حیثیت کے ساتھ کہ ان سے شریعت کے طے کردہ مقاصد معلوم ہو جاتے ہیں۔

مقاصد شریعت کے فوائد

مقاصد شریعت کے مختلف فوائد و مقاصد ذکر کئے جاتے ہیں، موضوع کے ساتھ شغف رکھنے والے متعدد اہل علم حضرات نے اس پر گفتگو فرمائی ہے، علامہ شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی رحمہ اللہ نے بھی "حجۃ اللہ" میں اس کے متعدد فوائد ذکر فرمائے ہیں اور شیخ نور الدین خادمی نے بھی اپنی کتاب "علم المقاصد الشرعیۃ" میں اس کے سات مختلف فوائد گنوائے ہیں، اسی طرح دیگر اہل علم نے۔ تاہم بنیادی طور پر ان تمام فوائد کو درج ذیل تین اکائیوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

الف: مکلف شخص کا ذاتی فائدہ۔ جب کسی کو اس بات کا یقینی علم حاصل ہو جاتا ہے کہ شریعت کا کوئی حکم بھی الل ٹپ نہیں ہے بلکہ ہر حکم میں کوئی مصلحت مقصود ہوتی ہے اور اسی مصلحت کے تحفظ کے لئے شریعت احکام جاری کرتی ہے تو اس سے شریعت کے ساتھ وارفتگی، اس کے احکام وہدایات پر دلی یقین واعتماد حاصل ہو جائے گا، اور وہ پوری دلجمعی، تسلی اور سکون کے ساتھ دینی احکام پر عمل پیرا ہو جائے گا۔ حضرت امام الحرمین رحمہ اللہ، جن کو اس فن کے معمار اول کی حیثیت حاصل ہے وہ، تحریر فرماتے ہیں:

من لم يتفطن لوقوع المقاصد في الأوامر والنواهي فليس على بصيرة في وضع الشريعة.[١]

ترجمہ:"جو بندہ اوامر اور نواہی میں مقاصد میں مقاصد کو بخوبی نہ سمجھے اسے شریعت کے مقررہ احکام کے بارے میں دلی اطمنان حاصل نہیں ہو سکتا"

ب: دعوتی فائدہ۔ غیر مسلم اور دین بے زار لوگوں کو دین سے روشناس کرانے اور ان کے دلوں میں دین اسلام کے قدر و منزلت پیدا کرنے میں بھی یہ موضوع روشن کردار ادا کر سکتی ہے، ان کو حکمت و نصیحت کے ساتھ شریعت کے موٹے موٹے مقاصد و مصالح سمجھا جائیں تو امید ہے کہ دعوت جلدی یا بدیر کارگر ثابت ہو گی۔ اسی طرح دین اسلام پر مختلف طبقات کی طرف سے جو کچھ اعتراضات اٹھائے جاتے ہیں، ان کے بے اثر بنانے میں بھی اس موضوع سے کافی کچھ فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔

ج: استنباط و اجتہاد کا فائدہ۔ مقاصد شریعت کی بنیاد پر نئے مسائل میں اجتہاد و استنباط کیا جائے اور پیش آمدہ حوادث کو انہی بنیادوں پر حل کیا جائے، اسی طرح پہلے سے جو اجتہادی نوعیت کے مسائل میں اختلاف نقل ہوتا چلا آرہاہے، اس میں بھی کسی ایک پہلو کو راجح قرار دینے میں ان مقاصد کو ملحوظ رکھا جائے اور جو پہلو اس کے قریب تر ہو، اسی کو دوسرے پہلوؤں پر ترجیح دیدی جائے۔

---

[١] البرهان في أصول الفقه،باب القول في النواهي،ج١ص١٠١

تاریخی پس منظر

دیگر تمام دینی علوم کی طرح اس فن "مقاصد شریعت" کی اساس وبنیاد بھی قرآن وسنت میں موجود ہے، چنانچہ نصوص میں دسیوں احکام کے مصالح ومقاصد بتلائے گئے ہیں۔ سلف صالحین کی زندگیوں میں بھی اس کی کچھ نہ کچھ جھلک محسوس ہوتی ہے چنانچہ انہوں نے بھی مختلف مواقع میں اس سے استفادہ کیا۔ حضرات مجتہدین، فقہائے کرام اوراصولیین نے بھی ایک حد تک اس کا لحاظ رکھا، چنانچہ استحسان، استصلاح اور مصالح مرسلہ وغیرہ عناوین کے ساتھ مختلف مسائل کے حل میں اس سے کام لیا۔ لیکن چونکہ اس وقت کوئی خاص ضرورت درپیش نہ تھی، اس لئے اس کو باقاعدہ فنی حیثیت حاصل نہ ہوئی، بعد میں جوں جوں ضرورت محسوس ہوتی رہی، ساتھ ساتھ اس کی ترتیب وتہذیب بھی ہوتی رہی، یہاں تک کچھ عرصہ بعد اس پر مستقل کتابیں وجود میں آگئیں اور پھر اس کے کچھ عرصہ بعد اس پر مختلف پہلوؤں سے اس قدر کام ہوا کہ جس کی بنیاد پر اس کو مستقل فن کی حیثیت حاصل ہوئی۔

معمارین فن

یوں تو اس فن کے بنیادی مبادی شروع ہی سے موجود تھے، لیکن مقاصد شریعت کا عنوان شاید اہتمام کے ساتھ شاید امام الحرمین علامہ جوینی رحمہ اللہ نے ہی استعمال فرمایاہے، آپ نے اپنی کتاب "البرہان فی اصول الفقہ" اور "غیاث الامم" میں مختلف انداز میں اس پر گفتگو فرمائی ہے، اس کے بعد آپ کے خاص شاگرد امام غزالی رحمہ اللہ نے "المستصفیٰ" میں اس کو مستقل بحث کی حیثیت سے

ذکر فرمایا، اس کے بعد علامہ عزّالدین بن عبد السّلام رحمہ اللہ نے اپنی مفید کتاب " قواعد الاحکام" میں اس پر بہت تفصیل کے ساتھ گفتگو فرمائی اور گو انہوں نے اہتمام کے ساتھ مقاصد شریعت کی اصطلاح استعمال نہیں فرمائی بلکہ مصالح اور مفاسد کے عناوین کے تحت تفصیلات ذکر فرمائی لیکن دونوں قسم کے مباحث پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ الفاظ واصطلاحات اور بحث کے انداز واسلوب کا فرق ہے، ورنہ دونوں مباحث کے درمیان کوئی اساسی فرق موجود نہیں ہے۔ اسی دور میں علامہ شہاب الدین قرافی رحمہ اللہ نے بھی اپنی کتاب "الفروق" وغیرہ میں اس موضوع پر بعض جہات سے بحث فرمائی۔

ان حضرات کے بعد علامہ ابو اسحاق ابراہیم شاطبی رحمہ اللہ نے اپنے زمانے میں اس موضوع پر خوب توجہ دی، اس کو مختلف جہات سے پایہ تکمیل تک پہنچانے کی پوری کوشش فرمائی، اس کے لئے مبادی ومقدمات طے فرمائے، اصول وضوابط کی نشاندہی کی، مختلف فروع کو ان اصول پر متفرع فرمایا، اس بحث کی غیر معمولی اہمیت اور افادیت سمجھانے میں پورے زور سے کام لیا، آپ کی ضخیم کتاب " موافقات " شاہد عدل ہے، وہاں سے ان تمام باتوں کی پوری پوری تصدیق ہو سکتی ہے، اس لحاظ سے آپ کو اس فن کا بنیادی معمار قرار دیا جاسکتا ہے۔

علامہ شاطبی رحمہ اللہ کے بعد اس موضوع پر کوئی اساسی کام نہیں ہوا، جن حضرات نے اس کے بعد اس موضوع پر کچھ لکھا ہے، اس کا زیادہ تر دائرہ کار علامہ شاطبی رحمہ اللہ ہی کا کام ہے، اس کی نوعیت یہ ہے کہ وہ اپنے پیشرو علامہ شاطبی کے کلام کی توضیح وتشریح، ترتیب وتنقیح یا اس پر مزید تفریع وتطبیق ہے۔

پچھلی صدی عیسوی میں تیونس کے مشہور عالم علامہ محمد طاہر بن عاشور رحمہ اللہ نے علامہ شاطبی رحمہ اللہ اور ان کے کام پر کچھ اضافات فرمائے اور مزید اس موضوع کو منقح کرنے میں کافی کچھ محنت سے کام لیا،اس موضوع پر ان کی کتاب" مقاصد الشریعۃ الاسلامیۃ "کافی اہمیت کی حامل ہے۔ علامہ ابن عاشور رحمہ اللہ جامعہ زیتونہ کے روح رواں تھے،ان کی تحریک سے دوبارہ یہ موضوع ابھر کر سامنے آیا اور عالم اسلام کے مختلف اطراف واکناف سے متعدد شخصیات اس کی طرف متوجہ ہوگئے، جس کے نتیجے میں دسیوں کتابیں، دراسات اور بیسیوں مضامین ومقالہ جات لکھے گئے اور یوں اس کو ایک مستقل فن کی حیثیت حاصل ہوئی جو علامہ ابن عاشور رحمہ اللہ کی تمنا تھی۔

قدیم وجدید کا فرق

البتہ یہاں دیانت کے طور پر اس بات کا اظہار کرنا بھی ضروری ہے کہ اس دوسری بار اس موضوع پر کام کرنے کی جو لہر اٹھی اور اس کے نتیجے میں جو علمی کام سامنے آئے،اس کی نوعیت پہلی خدمت سے مختلف اور کافی حد تک مختلف ہے، اس بار جو کاوشیں سامنے آئی، پہلے کی بنسبت اس میں علمی پختگی، دینی حمیت اور علم اصول فقہ سے لگاؤ کی کمی واضح طور پر محسوس ہوتی ہے بلکہ عرب وعجم کے بعض کاموں سے تو مترشح ہوتا ہے کہ شاید اصول فقہ اور طے شدہ ضوابط استنباط اور قواعد استدلال سے خروج اور عدم اعتناء کے جذبے سے یہ کام وجود میں آئیں۔ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی مرحوم کی کتاب" مقاصد شریعت "اسی نوعیت کی کتاب ہے۔

مقاصد شریعت کے استخراج وتعیّن کا طریقہ کار

علامہ شاطبی رحمہ اللہ کی تحقیق

کسی چیز کو "مقاصد شریعت" میں سے کب گردانا جائے؟ مقصود شرعی ٹھہرانے کا معیار ومدار کیا ہے؟ علامہ شاطبی رحمہ اللہ نے یہ سوال اٹھا کر درج ذیل طریقے اس ضمن میں ذکر فرمائے ہیں:

ا: صراحت کے ساتھ (قرآن وسنت میں) امر یا نہی کا کوئی صیغہ وارد ہوا ہو۔ جس چیز کا امر کیا جاتا ہے، ظاہر ہے کہ متکلم کو اس چیز کا کرنا مقصود ہوتی ہے ،اسی طرح جس چیز کی نہی کی جاتی ہے، متکلم کا مقصود یہی ہوتا ہے کہ مخاطب اس سے رک جائے، لہٰذا امامور چیز کا کرنا اور منہی عنہ کا چھوڑنا مقصود شرعی ہے۔

۲: امر اور نہی کی علتیں: جس علت کی بناء پر کسی چیز کے کرنے یا اس سے رکنے کا حکم دیا جاتا ہے، وہ چیز بھی بلا شبہ متکلم کا مقصود ہوتی ہے، امر کی علت کا بجالانا اور نہی کی علت سے دور رہنا مقصود ہوتا ہے، لہٰذا ایسی چیزیں بھی مقاصد شریعت میں سے قرار پائے گی۔

۳: مقاصد شریعت کی تکمیل وتعمیل جن ذرائع پر موقوف ہو، وہ ذرائع بھی اپنی حد تک مقاصد شریعت کا حصہ قرار پائے گی۔ اگر شریعت کا کوئی واجب حکم کسی چیز پر موقوف ہے تو وہ چیز بھی مقصود شرعی بن جائے گی، اسی طرح اگر کسی حرام چیز سے بچنا کسی مقدمہ پر موقوف ہو تو وہ درمیانی مقدمہ سے بچنا بھی مقصود شرعی ٹھہرے گا۔

۴: کسی بات پر عمل کرنے ،اس کا حکم دینے یا اس کو سبب ٹھہرانے کا موجب و مقتضی موجود ہو اور اس کے باوجود شارع اس سے سکوت اختیار کرے تو یہ بھی اس بات کا کافی قرینہ ہے کہ اس چیز کو رواج نہ دینا اور پہلے ہی حالت کو بر قرار رکھنا مقصود شرعی ہے۔[1]

علامہ ابن عاشور رحمہ اللہ کی تحقیق

علامہ ابن عاشور رحمہ اللہ نے "موافقات" کے منتشر مباحث کو سامنے رکھنے اور اپنی تحقیق و کاوش کے ساتھ اس موضوع کو منقح فرمایا، چنانچہ اپنی کتاب کی ابتداء میں اس پر گفتگو فرمائی ہے کہ کسی چیز کو مقاصد شریعت میں سے ٹھہرانے کا معیار اور طریقہ کار کیا ہے؟ اس کے ضمن میں انہوں نے درج ذیل طرق ذکر فرمائے ہیں:

ا: شرعی احکام و ہدایات کا استقراء۔ پہلا طریقہ یہی ہے کہ شرعی احکام کا تتبع کیا جائے اور جزئیات کو دیکھ دیکھ کر اور ٹٹول ٹٹول کر ان سے کوئی کلی حکم معلوم کر لیا جائے۔ پھر استقراء کی دو صورتیں ہیں:

الف: ایسے متعدد احکام کا استقراء کرنا جو ایک ہی علت کے تحت داخل ہو، ایسے احکام کو جمع کر کے دیکھنے اور غور کرنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ جس علت کے سایے تلے یہ سارے احکام جمع ہیں، وہ مقصود شرعی ہے، اس کا حاصل ہونا شریعت کے مقاصد میں سے ہے۔

---

[1] الموافقات، ج۳ص۱۳۲

ب: درج بالا جیسے احکام کے دلائل کو دیکھنا اوران پر غور کرنا، یعنی جو احکام کسی ایک علت کے تحت داخل ہوتے ہیں، ان کے دلائل کو جمع کرنا اوران پر غور وخوض کرنا۔ اس غور وفکر کے نتیجے میں بھی یہی بات حاصل ہو جاتی ہے کہ متعلقہ علت مقصود شرعی ہے۔

۲: قرآن کریم کے ظاہری نصوص سے براہ راست مقاصد کا استخراج کرنا۔ اس کی متعدد صورتیں ہو سکتی ہیں اور جن نصوص سے اس طرح علتوں کا استخراج کیا جاتا ہے، ان کی بھی قوت وضعف کے لحاظ سے متعدد صورتیں ہو سکتی ہیں، اس لحاظ سے حاصل ہونے والے مقاصد بھی یقینی ہونے اور نہ ہونے کے اعتبار سے مختلف ہو سکتی ہیں۔

۳: براہ راست سنت متواترہ سے مقاصد شریعت کا استنباط۔ اس کی بھی دو صورتیں ہیں:

الف: تمام صحابہ کرام یا ان میں سے جمّ غفیر حضور نبی اکرم ﷺ کے مختلف اعمال کا مشاہدہ کرلیں اور تواتر معنوی سے وہ ثابت ہو جائے، جب تمام حاضرین صحابہ کرام حضور ﷺ کے مختلف اعمال کا مشاہدہ کرتے ہیں تو اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ کونسی چیز آپ ﷺ کے ہاں مقصود تھی۔ "ضروریات دین" اسی طریقے سے ثابت ہوتے ہیں۔

ب: کوئی خاص صحابی یا ایک دو حضرات آپ ﷺ کے مختلف اعمال کو بار بار دیکھ کر ان سے کسی مقصود شرعی کا استنباط کریں۔

مقاصد شریعت کتنے اور کون کونسے ہیں؟

امام الحرمین سے لے کر حضرت امام شاطبی(رحمہم اللہ)تک یہی بات مشہور رہی کہ شریعت کے بنیادی مقاصد پانچ ہیں:

۱:دین کاتحفظ۔۲:نفس کا تحفظ۔۳:نسل کا تحفظ:۴:مال کا تحفظ۔۵:عقل کا تحفظ۔

امام غزالی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

ومقصود الشرع من الخلق خمسة: وهو أن يحفظ عليهم دينهم ونفسهم وعقلهم ونسلهم ومالهم، فكل ما يتضمن حفظ هذه الأصول الخمسة فهو مصلحة، وكل ما يفوت هذه الأصول فهو مفسدة ودفعها مصلحة.[1]

ترجمہ:"لوگوں کے دین،جان،عقل،نسب اور مال کی حفاظت شریعت کے بنیادی پانچ مقاصد ہیں،جو بات بھی ان پانچ کی حفاظت سے متعلق ہو وہ مصلحت شمار ہو گی اور جو ان میں سے خلل پیدا کرے وہ فساد ہے جسے ختم کرنا مصلحت کا تقاضا ہے"۔

امام شاطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

[1] المستصفى،القطب الثاني في أدلة الأحكام،الأصل الرابع من الأصول الموهومة الاستصلاح،ص١٧٤

ومجموع الضروريات خمسة، وهي٤: حفظ الدين، والنفس، والنسل، والمال، والعقل، وقد قالوا: إنها مراعاة في كل ملة.[1]

ترجمہ: "ضروریات کی کل پانچ قسمیں ہیں: دین، جان، نسل، مال اور عقل کی حفاظت: اصولیین فرماتے ہیں کہ ہر دین وملت میں اس کی رعایت رکھی گئی ہے"۔

بعض اہل علم نے یہاں نسل کے بجائے نسب کا ذکر کیا ہے، بعض نے اس سے بڑھ کر "عرض وعزت" کا ذکر کیا ہے، بعض حضرات نے اس کو مستقل مقصود شرعی کے طور پر ذکر فرمایا ہے[2] جبکہ بعض نے اس کو حاجیات میں سے شمار فرمایا ہے۔ بہر حال امام شاطبی رحمہ اللہ نے ان پانچ چیزوں کے تحفظ کو پوری شریعت کا مقصود ومرجع قرار دیا ہے اور ان کے بعد بھی عام طور پر یہی مقاصد مشہور رہے ہیں۔

"مقاصد شریعت" میں توسیع

ماضی قریب میں یہ سوال بکثرت اٹھایا جانے لگا کہ کیا شریعت کے مقاصد یہی پانچ ہیں یا ان کے علاوہ بھی کچھ مقاصد ہیں؟ اگر ہیں تو وہ کیا اور کونسے کونسے

[1] الموافقات، کتاب المقاصد، النوع الأول: في بيان قصد الشارع في وضع الشريعة، ج٢ص٢٠

[2] مفتی محمد مظہر بقا صاحب رحمہ اللہ کی تحقیق یہ ہے کہ عام اصولیین کے یہاں مقاصد کی فہرست میں "حفظ نسب" ذکر کیا جاتا ہے لیکن متاخرین نے اس میں "حفظ عرض" کا چھٹے مقصود کے طور پر اضافہ فرمایا لیکن اس کے برخلاف حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ نے حفظِ نسب کو نکال کر اس کی جگہ حفظ عرض رکھا، حالانکہ یہ دونوں الگ الگ چیزیں ہیں، دونوں کو ذکر کرنے کی بجائے صرف حفظ عرض پر اکتفاء کرنا درست نہیں ہے۔ اسی طرح عام اصولیین مقاصد خمسہ میں سے "حفظ دین" کو ذکر کرتے ہیں، حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے اس کی جگہ "حفظِ ملت" کو مقصود شرعی کے طور پر ذکر فرمایا ہے، اس میں اصولیین کا موقف ہی زیادہ مناسب ہے۔ (اصول فقہ اور شاہ ولی اللہ، ص۴۷۸)۔

ہیں؟ اس سوال کے جواب میں عام طور پر غیر ضروری توسع سے کام لیا گیا۔ مثال کے طور پر ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی لکھتے ہیں:

"ایک خیال یہ بھی ہے کہ مقاصد کی روایتی فہرست پنج گانہ: دین، جان، عقل، نسل اور مال میں خود اتنی وسعت ہے کہ بہت سے نئے مقاصد اسی فہرست میں داخل سمجھے جاسکتے ہیں۔ مثلا عدل وانصاف دین میں، اور ازالہ غربت اور کفالت عامہ حفظ جان میں شامل سمجھے جاسکتے ہیں۔ ہمیں دو وجہوں سے اس کی فکر وسوچ سے اتفاق نہیں ہے۔۔۔ ہمارے خیال کے میں گلوبلائزیشن کے چیلنجوں سے عہدہ بر آ ہونے میں مقاصد شریعت کی فہرست میں ان چیزوں کے اضافہ سے مدد ملے گی جن کی مقصودیت کو کتاب وسنت کی سند تو حاصل ہے مگر اب سے پہلے ان کو زیادہ اہمیت دینے کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی۔ جن مقاصد کو ابھار کر پیش کرنا مناسب ہو گا وہ درج ذیل ہیں:

۱۔ انسانی عزوشرف

۲۔ بنیادی آزادیاں

۳۔ عدل وانصاف

۴۔ ازالہ غربت اور کفالت عامہ

۵۔ سماجی مساوات اور دولت وآمدنی کی تقسیم میں پائی جانے والی ناہمواری کو بڑھنے سے روکنا

۶۔ امن وامان اور نظم ونسق

۷۔ بین الاقوامی سطح پر باہم تعامل اور تعاون۔"[1]

مقاصد کی مختلف تقسیمات

"مقاصد شریعت" پر جن اہل علم نے تفصیلی گفتگو فرمائی ہیں، انہوں نے اس کی مختلف اعتبارات سے قسمیں بیان فرمائی ہیں، یہاں نمونے کے طور چند ضروری اور معروف تقسیمات ذکر کر دی جاتی ہیں۔

ابواب کے لحاظ سے پہلی تقسیم

ایک تقسیم اس اعتبار سے کی جاتی ہے کہ مقاصد کا تعلق شریعت کے کسی خاص باب کے ساتھ ہے یا تمام ہی شریعت کے ساتھ اس کا ربط ہے اور شریعت کے تمام تر ابواب میں وہ مقصود وملحوظ ہوتے ہیں، پہلی قسم کے مقاصد کو مقاصد خاصہ یا مقاصد جزئیہ سے تعبیر کیا جاتا ہے جبکہ دوسری قسم کے مقاصد کو مقاصد عامہ یا مقاصد کلیہ سے جانا جاتا ہے۔ اس دوسری قسم کے بنیادی مقاصد تو انہی درج بالا پانچ چیزوں کا تحفظ ہے جبکہ دوسری قسم کے مقاصد کا تعین تفصیل طلب ہے، علامہ ابن عاشور رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "مقاصد الشریعۃ الاسلامیۃ" میں اس طرح مختلف ابواب کے مقاصد متعین کرنے کی کوشش فرمائی ہے۔[2]

---

[1] مقاصد شریعت، ص۲۱

[2] مقاصد الشريعة الإسلامية القسم الثالث في مقاصد التشريع التي تختص بأنواع المعاملات بين الناس، ج۳ص۳۹۷

ایک تقسیم ان مقاصد کے درجات کے لحاظ سے کی جاتی ہے اور تین خانوں میں ان کو تقسیم کیا جاتا ہے:

۱: ضروریات۔ اس میں وہ چیزیں داخل ہیں جن کو اگر اختیار نہ کیا جائے تو درج بالا مقاصد میں سے کوئی اہم مقصد فوت ہو جاتا ہو۔

۲: حاجیات۔ اس کے تحت وہ امور آجاتے ہیں جن کو اختیار نہ کرنے کی صورت میں کوئی اساسی مقصود شرعی تو فوت نہ ہوتا ہو لیکن انسانیت حرج و مشقت میں پڑنے کا خدشہ ہو۔

۳: تحسینیات۔ اس سے وہ درجہ مراد ہے جس کے اختیار نہ کرنے کی صورت میں نہ کوئی مقصود شرعی فوت ہوتا ہو اور نہ ہی کوئی شدید حرج یا مشقت کا اندیشہ ہو، البتہ اختیار کرنے کی صورت میں اضافی فائدہ حاصل ہوتا ہو۔

طریق استخراج کے لحاظ سے تقسیم

مقصود کے طریق ثبوت کے لحاظ سے بعض حضرات نے اس کی تین قسمیں بیان فرمائی ہیں:

۱: مقصود قطعی۔ جس کا مقصود شرعی ہونا یقینی طریقے سے حاصل ہو۔

۲: مقصود ظنی: جس کا مقصود شرعی ہونا یقینی طریقے سے حاصل نہ ہو بلکہ غالب گمان کی حد تک ثابت ہو۔

۳: مقصود وہمی۔ جو مقصود شرعی خیال کیا جاتا ہو لیکن شرعی دلائل سے اس کی تائید نہ ہوتی ہو۔

انسانی نفع کے لحاظ سے تقسیم

ایک تقسیم اس لحاظ سے بھی کی جاتی ہے کہ شریعت کے مقاصد میں براہ راست انسان کا کوئی فائدہ محسوس ہوتا ہے یا نہیں؟ جن مقاصد

میں براہ راست انسان کا حظ موجود ہو، ان کو مقاصد تبعیہ اور اس کے علاوہ کو مقاصد اصلیہ کہا جاتا ہے۔

استفادہ کا دائرہ کار

"مقاصد شریعت" سے استفادہ کا عملی دائرہ کیا ہے؟ مقاصد شریعت کے فوائد کے عنوان کے تحت پہلے ذکر کیا جاچکا ہے کہ مختلف ابواب میں ان مقاصد سے مدد لی جاسکتی ہے، یہاں خاص فقہی و عملی سطح سے اس کا جائزہ لینا مقصود ہے۔

قدیم مسائل میں مقاصد شریعت کی افادیت

مقاصد شریعت سے اعتناء رکھنے والے اہل علم کی تحقیق یہ ہے کہ اس فن سے قدیم وجدید دونوں قسم کے مسائل میں استفادہ کیا جاسکتا ہے۔ قدیم مسائل میں استفادہ کرنے کی صورت تو یہی ہے کہ سینکڑوں مسائل وجزئیات میں ائمہ اجتہاد کا اختلاف ہے، چاروں مذاہب کے مجتہدین کی آراء مختلف ہیں، اب کس مسئلہ میں ان میں سے کس مذہب کے قول کو اختیار کیا جائے؟ اس کا فیصلہ مقاصد شریعت کی روشنی میں کیا جاسکتا ہے، جہاں جو موقف مقاصد شریعت کے قریب تر محسوس ہو جائے، اسی کو اختیار کرنا مناسب ہو گا۔

جدید مسائل میں مقاصد شریعت کی ضرورت

جدید مسائل کے حل کرنے کے لئے اجتہاد کرنے کی ضرورت پڑتی ہے، اجتہاد کے لئے جس طرح دیگر شرائط مقرر ہیں اور وہ اصول فقہ کی کتابوں میں تفصیل کے ساتھ ذکر کئے جاتے ہیں، یوں ہی مقاصد شریعت کی اچھی طرح جاننا پہچاننا بھی اس کے لئے ضروری ہے۔

علامہ شاطبی کی تحقیق

علامہ شاطبی رحمہ اللہ نے پوری قوت کے ساتھ ذکر فرمایاہے کہ درجہ اجتہاد حاصل کرنے کے لئے دو شرطیں ہیں:

الف: مقاصد شریعت کو اچھی طرح جاننا۔

ب: استنباط کی صلاحیت کا موجود ہونا۔

ان میں سے اساسی شرط پہلی ہی ہے، دوسری شرط کی حیثیت ضمنی شرط کی ہے جو پہلی شرط کے متحقق ہونے کے لئے بڑھائی گئی ہے کیونکہ مقاصد شریعت کا جاننا اوراس سے پوری طرح واقف ہونا اس کے بغیر ممکن نہیں ہے کہ انسان میں استنباط کی صلاحیت موجود ہو، اس کے بغیر وہ مقاصد شریعت کو کیونکر پہچان سکتا ہے! لہٰذا اجتہاد کے لئے بنیادی طور پر پہلی ہی بات ضروری ہے۔ "موافقات" میں ہے:

إنما تحصل درجة الاجتهاد لمن اتصف بوصفين:

أحدهما: فهم مقاصد الشريعة على كمالها. والثاني: المكن من الاستنباط بناء على فهمه فيها.

أما الأول؛ فقد مر في كتاب المقاصد أن الشريعة مبنية على اعتبار المصالح، وأن المصالح إنما اعتبرت من حيث وضعها الشارع كذلك، لا من حيث إدراك المكلف؛ إذ المصالح تختلف عند ذلك بالنسب والإضافات واستقر بالاستقراء التام أن المصالح على ثلاث مراتب، فإذا بلغ الإنسان مبلغا، فهم عن الشارع فيه قصده في كل مسألة من مسائل الشريعة، وفي كل باب من أبوابها فقد حصل له وصف هو السبب في تنزله منزلة الخليفة للنبي صلى الله عليه وسلم في التعليم والفتيا والحكم بما أراه الله. وأما الثاني: فهو كالخادم للأول؛ فإن التمكن من ذلك إنما هو بواسطة معارف محتاج إليها في فهم الشريعة أولا، ومن هنا كان خادما للأول.[1]

ترجمہ:"اجتہاد کامرتبہ صرف دو اوصاف کے حامل شخص کو حاصل ہو سکتاہے:جو مقاصد شریعت سے بخوبی واقف ہو،اوراپنے اس واقفیت کی وجہ سے استنباط واستخراج کی طاقت رکھتاہو۔کتاب المقاصد میں گزر چکاکہ شریعت مطہرہ کی بنیاد ہی مصالح پرہے ،اور مصالح میں اعتبار مکلف کے سمجھ کانہیں بلکہ شریعت مطہرہ کاہے،ورنہ پھر ہر مکلف کے اعتبارسے مصالح بھی مختلف ہوتے۔کافی تتبع اور تلاش کے بعد معلوم ہواکہ مصالح کے تین مراتب ہیں:انسان جب کمال کو پہنچے کہ وہ شریعت مطہرہ کے ہر مسئلہ میں اور ہرہرباب کے مصالح کوجاننے لگے تواسے اس وقت ایساکمال حاصل ہوتاہے جس کی وجہ سے فتوی تعلیم اور فیصلہ میں وہ آپ ﷺ

[1] الموافقات، كتاب الاجتهاد،الطرف الأول: في الاجتهاد، ج٥ص٤١

کے خلیفہ بننے کے قابل بنتا ہے، دوسرا مرتبہ پہلے کے لیے خادم کی طرح ہے کیونکہ یہ مرتبہ تب حاصل ہو گا جب وہ پہلے شریعت مطہرہ کے وہ معارف جانے جس سے شریعت جانی جاتی ہے۔

باب دوم:

اس باب میں بنیادی طور پر درج ذیل موضوعات ذکر ہوں گے:

الف: مقاصد شریعت کے حاصل کرنے اور اس سے استفادہ کرنے کا اصولی طریقہ کار

ب: مقاصد شریعت کے باب میں معاصر غلو کے چند نمونے اور خطرات وخدشات

ج: اصولی غلطیاں

مقاصدِ شریعت کی اصولی شاہراہ

اگر کوئی شخص مقاصد شریعت معلوم کرنا چاہے تو پہلے اپنے اہداف متعین کرلے کہ اس کا مقصود کیا ہے؟ چنانچہ عام طور پر دو اساسی باتوں کے لئے مقاصد معلوم کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے؛

۱: غیر منصوص مسائل میں شریعت کا حکم معلوم کرنا

۲: کسی شرعی حکم یا نص کی حکمت معلوم کرنا یا لوگوں کے سامنے اس کا اظہار وبیان کرنا

اگر پہلا مقصود پیش نظر ہے تو باقاعدہ اصولی طریقہ کار اپنانا ضروری ہے، مثال کے طور پر جس چیز کو اس معنی میں مقصود شریعت ٹھہرانا ہے، اس میں:

الف: علت بننے کی وہ تمام شرائط موجود ہیں جن کا لحاظ رکھنا اصولی نقطہ نظر سے ضروری ہے یا نہیں؟

ب: اس کے استخراج کا طریقہ کار وہی ہے جو اصولی کتابوں میں مذکور ہے یا یوں ہی کچھ تخمین واندازے سے کسی چیز کو مقصود ٹھہرایا جاتا ہے؟

ج؛جن مسائل میں اس "مقصود شریعت" کے مطابق شرعی احکام ثابت کرنا مطلوب ہے، وہاں پہلے سے کوئی نص تو موجود نہیں ہے؟

یہ اور اس کے علاوہ ضروری اصولی ضوابط کا لحاظ رکھنا اس لئے لازم ہے کہ اس معنی میں مقصود شریعت کا حاصل وہی ہے جو "علت" کا ہے، لہٰذا اس میں علت سے منسلکہ ضوابط کی رعایت رکھنا ضروری ہے۔

بے شک یہ ضروری نہیں ہے کہ پوری دنیا کے سارے انسان حنفی یا شافعی وغیرہ خاص مسلک و موقف کی پابندی کریں اور اسی ایک مسلک کو اپنے لئے مشعل راہ بنائیں بلکہ کسی بھی مستند مجتہد کے اصول کو بروئے کار لایا جاسکتا ہے، تاہم جو بات ضروری ہے، وہ یہ ہے کہ جو شخص جس مذہب کا مقلد ہو، اسی مسلک کے اصول کو مد نظر رکھ کر شرعی احکام کے اخذ و استنباط کے سنگلاخ وادی میں قدم رکھیں۔

اگر دوسری بات مقصود ہو تو اس میں درج بالا تمام امور کا لحاظ رکھنا اگرچہ ضروری نہیں ہے، تاہم یہاں بھی یہ احتیاط ضروری ہے کہ:

الف: دین و شریعت کی طرف کوئی ایسی بات منسوب نہ کی جائے جس کا شرعی دلائل سے ثبوت فراہم نہ ہوتا ہو۔ یاد رہے کہ دین و شریعت کی طرف نسبت کرنا در حقیقت خدا تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی طرف نسبت کرنا ہے اور جب کسی بات کی پشت پر شرعی دلیل موجود نہ ہو تو ایسی جسارت کرنا خدا تعالیٰ اور رسول ﷺ پر افتراء کے قریب یا اس کا مترادف ہے جس کی مذمت محتاج بیان نہیں ہے۔

ب: کسی نص / حکم کی توجیہ و مصلحت یا اس کے اظہار و بیان کا طریقہ کار ایسا نہ ہو جو کسی مفسدہ پر مشتمل ہو، اس کے نتیجے میں کسی دینی مفسدے کے جنم لینے کا قوی خدشہ ہو یا اس کی وجہ سے کسی ضروری دینی مصلحت کے فوت ہو جانے کا اندیشہ ہو۔

قدیم و معاصر غلو کے چند نمونے

"مقاصد شریعت" میں جب اصولی منہج کی پوری پوری رعایت نہیں رکھی جاتی تو اس سے غلو جنم لیتا ہے، اسی غلو کا نتیجہ ہوتا ہے کہ جلد یا بدیر نصوص پر اعتماد ویقین کی فضاء مخدوش ہونے لگتی ہے اور دسیوں ایسے احکام کو بھی "فلسفہ مقاصد شریعت" کے تحت شرعی احکام کے مقام سے گرایا جاتا ہے جو منصوص اور اتفاقی ہوتے ہیں۔

ماضی بعید اور قریب دونوں میں اس کی مثالیں کم نہیں ہیں، پہلے زمانے میں تو نجم الدین طوفی کا نظریہ مشہور ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مصالح کے لئے نصوص کو بھی چھوڑ دیا جاسکتا ہے۔ یہ صرف ایک غلطی نہیں ہے جس کو غلطی کہہ کر برداشت کرنے کی تعلیم و تلقین کی جائے بلکہ ایک غلط اصولی منہج ہے اور ایک اصولی غلطی پر سینکڑوں فرعی غلطیاں متفرّع ہوتی ہے، یوں بیسیوں فرعی غلطیوں یا عملی کوتاہیوں کی بنسبت ایک اصولی غلطی زیادہ مضر ثابت ہوتی ہے۔

ماضی قریب اور حال میں بھی اس نوعیت کی بہت سی مثالیں ہیں جو مقاصد شریعت کے ساتھ غیر اصولی حد تک وابستگی کے نتیجے میں جنم لی ہیں، اور اس موضوع سے وابستہ مختلف اور متعدد افراد اس کے قائل رہے ہیں، یہاں نام

لئے بغیر چند امور نمونے کے طور پر پیش کئے جاتے ہیں تا کہ اصل حقیقت کے اندازہ لگانے میں آسانی رہے۔

ا: معاملات / مالی معاملات سے متعلق جتنے نصوص واحکام ہیں، ان کا اصل مقصود یہی ہے کہ نزاعات دور ہوں، لہٰذا ان نصوص کے مقتضی پر عمل کرنے سے زیادہ اہم اور مقدم یہی ہے کہ نزاع دور کیا جائے، اب جس پہلو کو اختیار کرنے سے بھی نزاع دور ہو سکتا ہو، اس کو اختیار کرنا ضروری اور شریعت کا منشا ہے چاہے وہ بظاہر نص کے خلاف ہی ہو۔

۲: سیاست و حکومت / خلافت سے متعلق نصوص کا مقصود و حاصل یہی ہے کہ امن قائم ہو، یہ مقصود اگر کسی دوسرے نظام سے حاصل ہو تو وہ بھی شرعی نظام کہلائے گا اور جب یہ "مقصودِ شرعی" اس سے پورا ہو رہا ہے تو اس پر قناعت کرنے میں مضائقہ نہیں ہے۔

۳: نماز سے اقرارِ بندگی مقصود ہے، لہٰذا اسی پر توجہ دیدینی چاہئے، شرائط اور ارکان اور اس کی فقہی باریکیوں کے اہتمام کرنے کی زیادہ ضرورت نہیں ہے۔ بعض کا خیال یہ ہے کہ نماز سے صفائی وستھرائی جبکہ بعض کے نزدیک بدنی ریاضت مقصود ہے، بہر حال اصل توجہ اس "مقصودِ شرعی پر مرکوز رکھ لینی چاہئے، فقہائے کرام کی ذکر کردہ باتوں کی پابندی مطلوب نہیں ہے۔

۴: زکوۃ سے غریب ولاچار لوگوں کی کفالت، روزے سے غربت کا احساس دلانا مقصود ہے، حج سے عالمی کونسل اور عالمی مسائل پر گفتگو مقصود ہے، لہٰذا ان

عبادات کے جزوی شرائط وارکان کے اہتمام کرنے کی بجائے اصل مقاصد کو مطمحِ نظر بنالینا چاہئے، چنانچہ مثال کے طور پر اگر کوئی غریب لوگوں کی کفالت کرتی ہے توزکوۃ دینا غیر ضروری ہے، اور کوئی زکوۃ دیدے لیکن اس سے یہ مقصود حاصل نہ ہو تو بے جاکام ہے۔

۵:عبادات بذات خود مقصود نہیں ہیں بلکہ اصل مقصود "حکومت الہیہ" یا مسلمان کی حکومت قائم کرنا ہے، لہٰذا اگر کوئی حکومت قائم کرنے کے لئے تو محنت نہ کریں لیکن عبادات کی پابندی کرتے رہیں تو ان کی یہ عبادات بے معنی ہیں، نیز حکومت قائم کرنے کے بعد اس اس کے استحکام وبقاء کی فکر عبادات سے بہرحال زیادہ اہم ہیں۔

۶:عدّت سے مقصود شرعی رحمِ مادر کی حالت معلوم کرنا ہے کہ حمل ہے یانہیں؟ لہٰذا اگر جدید آلات سے یہ بات معلوم ہوجائے تو اس کے بعد خاص تین بیماریاں یا تین مہینے انتظار کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

۷:سود یا قمار بذات خود مذموم نہیں ہے کیونکہ ہر شخص اپنے مال کا خود مالک ہے، جو چاہے تصرف کرے، سود کے ناجائز ہونے کا اصل مقصود غریب کا استحصال اور قمار کی ممانعت کا مقصود شرعی جنگ وجھگڑوں کی صورتوں کا روک تھام تھا، لہٰذا تجارتی سود میں چونکہ غریب کا استحصال نہیں ہے اس لئے وہ شریعت میں ممنوع نہیں ہے، اور قمار کی رائج صورتیں چونکہ ضابطہ وتہذیب کے دائرہ میں ہوتی ہیں جہاں کوئی نزاع وجھگڑا پیش نہیں آتا، اس لئے وہ بھی شرعاً ممنوع نہیں ہے۔

۸:رؤیت ہلال سے مقصود شرعی یہ ہے کہ چاند طلوع ہوا ہے یا نہیں؟ لہٰذا دیکھنے کا اہتمام کرنے اور اس پر شرعی مہینوں کا مدار رکھنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ سیٹلائٹ وغیرہ کے ذریعے جب افق پر چاند کا طلوع ہونا معلوم ہو جائے، یہی کافی ہے اور اس سے شرعی مہینہ شروع ہو جائے گا چاہے اس کی رؤیت نہ ہوئی ہو۔

۹:ہمارے سامنے دین وشریعت کے نام سے حدیث وفقہ کا جو کچھ ذخیرہ ہے، یہ سب بذات خود مقصود شرعی نہیں ہے بلکہ اس کے دو حصے ہیں: ایک حصہ تو وہ ہے جو مقصود تک پہنچنے اور اس کو حاصل کرنے کا محض ایک ذریعہ ہی ہے، دوسرا حصہ البتہ وہ ہے جو خود مقصودِ شرعی ہے اور اس دوسرے حصہ میں ایمان ومعاشرت کی چند موٹی موٹی باتیں ہی داخل ہیں اور بس۔

خطرات وخدشات: اسباب ونتائج

سابقہ عنوان کے تحت مقاصد شریعت کے باب میں بے احتیاطی اور بے اعتدالی کے جو کچھ نمونے ملاحظہ کئے، اس کے پسِ منظر اور پیش منظر کو دیکھتے ہوئے یہ بات کچھ زیادہ بعید معلوم نہیں ہوتی کہ:

الف؛ علمی رسوخ اور عملی احتیاط وتقویٰ کی وجہ سے جو موضوع کسی زمانے میں دین کی افادیت بڑھانے، اسلام کی حکمرانی میں گیرائی اور گہرائی پیدا کرنے کا ایک مفید سبب تھا، آج کے علمی تنزل اور عملی کوتاہی وبے دینی کے ماحول میں وہی چیز بہت سے لوگوں کے لئے مخالف نتائج ومظاہر کا سبب بن چکا ہے۔

ب؛ مقاصد شریعت کا یہ مفید باب بہت سے لوگوں کے لئے فتنے بلکہ دینی وعلمی لبادے میں خطرناک فتنے کی روپ دھار رہا ہے، جس میں اس موضوع کا دخل ہے

اور نہ ہی سابقہ اہل علم کا کردار ہے، یہ روِش اگر کسی سبب سے پیدا ہوتا ہے تو وہ علمی تنزل، اصول فقہ کے ساتھ بے اعتنائی اور مرعوب ومغلوب ذہنیت وماحول ہے۔

ج: اگر بروقت اس کا تدارک نہ کیا جائے، اس کے حدود اربعہ کو پورے احتیاط کے ساتھ منضبط نہ کیا گیا تو خطرہ ہے کہ دین کی حیثیت ایک کھلونے کی سی بن جائے گی، اللہ تعالیٰ کا یہ نازل کردہ اس دینِ رحمت کی حالت اس چائنہ مٹی کی سی بن جائے گی جو ہر شکل اختیار کرنے کے لئے تیار ہوتی ہے، کسی بھی شکل وصورت میں ڈھل جانے سے وہ انکار نہیں کرتی، بچے اس کو جس ڈھانچے میں ڈھالنا چاہیں، آسانی اور مکمل ہمواری کے ساتھ وہ اس میں ڈھل جاتی ہے، ایک وقت میں اگر وہ چارپائی میز کی صورت میں ہوتی ہے تو ساتھ ہی لمحہ میں وہ اس کی بھی صلاحیت رکھتی ہے کہ اونچے مینار کی روپ دھار لے۔

جس کی تھوڑی سے تفصیل یہ ہے کہ دین اسلام کا سرچشمہ قرآن وسنت ہیں ، قرآن وسنت میں دو قسم کے نصوص ہیں:

الف: ایک قسم ان نصوص کی ہے جو انشاء کے قبیل سے ہے، یہ وہ نصوص ہیں جن میں کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کا حکم یا ترغیب دی جاتی ہے۔"شرعی احکام" انہی نصوص سے مستفاد ہوتے ہیں۔

ب: وہ نصوص جو اخبار کے قبیل سے ہیں، جن میں مختلف واقعات، حقائق وغیرہ امور ذکر ہوتے ہیں، عقائد کا تعلق بنیادی طور پر ان نصوص کے ساتھ ہوتا ہے۔

مقاصد شریعت میں غیر معمولی توسع کی وجہ سے پہلی قسم کے نصوص میں تو جا بجا نئے نت نئے تاویلات وتوجیہات سامنے آچکے ہیں اور آئے دن اس کا سلسلہ

رواں دواں ہے،اجتہادی استعداد نہ ہونے کے باوجود نئے نئے احکام ومسائل مستنبط ہورہے ہیں جس کا کچھ نمونہ درج بالا عنوان کے تحت ذکر کیاجاچکاہے۔ یہ روِش بجائے خود بہت مذموم، ممنوع اور مضر ہے لیکن جب بات یہاں تک آ پہنچتی ہے تو پھر اس مزاج ومذاق کے لئے کوئی روک باقی نہیں رہتا،وہ صرف نصوص احکام کے مقاصد معلوم کرنے پر ہی اکتفاء نہیں کرتا بلکہ آگے بڑھ کر نصوص اخبار کے مقاصد واہداف دریافت کرنا بھی ضروری اور خود خدمت دین کا تقاضا سمجھتا ہے اوراسی "دینی جذبے" کے تحت وہ ان نصوص کے بھی بنیادی مقاصد معلوم کرنا ضروری سمجھتاہے جس کا تعلق عقائد، حقائق اور واقعات وغیرہ کے ساتھ ہے جو صرف ایک بے معنی سی بات اور بے فائدہ اقدام ہی نہیں ہے بلکہ دین وشریعت کی بنیادیں ڈھانے کے مترادف ہے جبکہ پہلی قسم کے نصوص (نصوص احکام) میں بے جاتصرف اور توسع کی وجہ سے اس کی دیواریں پہلے سے ہی کھوکھلے ہوچکی ہیں۔

شاید کوئی اس بات کو بدگمانی یا محض مفروضہ کہہ کر رد کردے لیکن اے کاش: کہ یہ محض بدگمانی یا مفروضہ ہی ہوتا! ماضی وحال کے بہت سے شواہد اس بات کی کھلی شہادت دیتے ہیں کہ یہ مفروضہ نہیں ہے بلکہ ایک امر واقعہ ہے، چنانچہ ماضی میں بھی ایسے افراد کی ایک فہرست ہے جو اس طرح رفتہ رفتہ ہر چیز کی مصلحت تلاش کرتے کرتے دین کے آخری کنارہ تک جاپہنچیں، احکام ومسائل سے بڑھ کر اخبار اور واقعات کی نصوص کو بھی اس میدان میں داخل کرنے کی کوششیں کیں اوراس میں بھی متنوع قسم کے مصالح دریافت کرتے کرتے ایسے موڑ پر جاکر پہنچ گئے جہاں ایمان واسلام کا سلامت رہنا ہی ایک سوالیہ نشان بن جاتاہے اور

عصر حاضر میں بھی ایسے افراد کی کمی نہیں ہے جو مقاصد ومصالح کے میدان میں بڑھ بڑھ کر نہایت خوفناک وخطرناک گھاٹی میں جاکر داخل ہوگئے ہیں۔ذیل میں دونوں کی مثال ذکر کی جاتی ہے۔

ماضی کی مثال

زمان ماضی کے مختلف مراحل میں ایسے افراد کی خاصی تعداد رہی ہے جو دین وشریعت کی تعلیمات میں مصلحت تلاش کرنے کی راہ لیکر جائز حدود سے تجاوز کرگئے ہوں، ان کا پسِ منظر، اہداف وعزائم اور طریقہ کار گو مختلف تھے لیکن بنیادی طور پر اسی راستہ پر چل چل کر گمراہی کے شکار ہوئے۔مثال کے طور پر:

الف:کچھ لوگوں نے دین کو دو حصوں میں بانٹ لیا،ایک حصہ کو "قشر" چھلکا سے تعبیر کرتے تھے اور دوسرے کو "لب" مغز اور مقصود باور کرتے کراتے تھے اور پھر دینی تعلیمات کے اکثر حصہ کو اسی پہلے خانے میں رکھ کر اس کی اہمیت کم کرتے تھے اور دوسرے خانے میں اپنے مزاج ومذاق کے مطابق چند چیزیں چھوڑتے تھے۔

ب:کچھ ہوشیار وچالاک لوگ ایسے بھی اس دھرتی پر گزرے ہیں جنہوں نے دین کو دو حصوں میں تقسیم کرڈالا،ایک حصہ وہ ہے جس کا عام انسانوں کو مکلف کیاجاتاہے اور دوسرا حصہ وہ تھا جو خواص کے لئے مخصوص ہوتا تھا،اس دوسرے حصہ میں ان کے ذوق کی کچھ چیزیں ہی داخل تھیں۔

ج:علم کلام کی کتابوں میں ایسے افراد کا بھی ذکر مل جاتاہے جو لوگوں کو یہ باور کراتے تھے کہ بزرگی اور اللہ تعالیٰ کی قربت کا ایک مقام ومرتبہ ایسا بھی ہے جہاں

پہنچ کر انسان شرعی احکام کا مکلف نہیں رہتا بلکہ اس کو چھوٹ مل جاتی ہے اور وہ اسی مقام پر فائز ہیں۔

د؛علم کلام ہی کی کتابوں میں قرامطہ اور باطنیہ کی تاریخ بھی بہت کچھ تعجب خیز اور نہایت سبق آموز ہے،وہ لوگ بدنیتی اور دین اسلام کے ساتھ دشمنی کی وجہ سے بعض اوقات مصلحت اور بعض اوقات تاویل و تحریف کا سہارا لیتے تھے اور ان چیزوں کا لبادہ اوڑھ کر سادہ لوح لوگوں کو کفر وانکار کی وادی میں لے گھسیٹتے تھے۔

ر؛بہت کچھ لوگ دین و شریعت میں فرق کرتے تھے،دین کے تحت صرف چند بنیادی قسم کے عقائد و تصورات داخل کرتے تھے اور باقی عبادات وغیرہ احکام کو شریعت کے خانے میں رکھتے تھے،ان کا کہنا یہ تھا کہ "شریعت "اوراس کے احکام خود مقصود نہیں ہیں بلکہ یہ سب صرف ان بنیادی تعلیمات و تصورات کی حفاظت اور یاد دہانی کا وسیلہ ہے جن کو وہ "دین" کے نام سے پیش کرتے تھے اور انسان،خواہ وہ کسی دور میں ہو اور کسی شریعت کے زمانے میں ہو،صرف "دین"کا مکلف ہے۔

س:"وحدت ادیان "کا بے ہودہ اور حد درجہ خلاف عقل وانصاف نظریہ جن بنیادوں پر قائم اور متعارف کیا گیا،ان میں سے ایک یہ بھی تھا کہ شریعت کے ظاہری احکام و نصوص پر جمے رہنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ ان کے مقاصد و مصالح پر نظر ٹِکانے کی ضرورت ہے اور وہ یہی ہے کہ اصل مقصود اللہ تعالیٰ کے وجود، آخرت کی حقانیت اور انسانی ہمدردی وغیرہ چیزوں پر ایمان و یقین رکھنا ہے۔

زمان حال کی مثال

عرب و عجم میں سے ایسے متعدد حضرات موجود ہیں جنہوں نے اپنے اپنے زعم کے مطابق دین اسلام کے مختلف ابواب کے چند مقاصد واہداف متعین فرمائے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ اس باب کے متعلق شریعت کا اصل مقصود یہی باتیں ہیں ،جو نصوص ان مقاصد کے خلاف ہوتے ہیں، ان کو مختلف طریقوں سے رد کر دیتے ہیں۔جناب جاوید احمد غامدی کی کتاب "میزان"کا مطالعہ کرنے سے بھی یہی تاثر ملتاہے کہ دینی احکام کے مختلف ابواب میں کچھ باتوں کو شریعت کی بنیادی تعلیمات یا مقاصد کا درجہ دیا گیاہے اور انہی بنیادی باتوں کو دین باور کرایا گیاہے، لہٰذا اگر قرآن وحدیث کا کوئی نص ان بنیادی باتوں کی تائید وحمایت میں آتاہے تو بہت اچھا،ورنہ مختلف طریقوں سے اس کو ناقابل عمل ٹھہرایاجاتاہے۔

اصولی غلطیاں

"مقاصد شریعت "سے متعلق اہم باتیں سابقہ صفحات میں ذکر کرنے کی کوشش کی گئی۔ایک طرف اس موضوع کی اہمیت وافادیت ہے تو دوسری طرف وہ گہرے خطرات اور دینی مفاسد ہیں جو اس موضوع میں احتیاط واعتدال نہ رکھنے کی وجہ سے جنم لیتے ہیں۔موضوع کے دونوں پہلوؤں کو سامنے رکھتے ہوئے نہ اس موضوع کو بالکل خیر باد کیاجاسکتاہے اور نہ ہی موجودہ روِش کو برداشت کرنا ممکن ہے۔اس تناظر میں یہ بات ضروری معلوم ہوتی ہے جن کی وجہ سے علم وفن کی یہ مفید شاخ دینی مفاسد کا سرچشمہ بن جاتی ہے، یہاں انہی مفاسد کو ترتیب وار اور مرحلہ وار ذکر کرنا مقصود ہے۔

پہلا مرحلہ: مقصود کا تعین کون کرے؟

کونسی چیز مقصود شرعی ہے اور کونسی نہیں؟ اس کا تعین کرے گا؟ اس میں بعض معاصرین توبہت ہی سخاوت سے کام لیتے ہیں اور ہر اہل وناا ہل کو یہ استحقاق دلاتے ہیں کہ وہ شرعی مقاصد کا تعین کریں، لیکن ظاہر ہے کہ اس قدر سخاوت عقل ونقل کے کسی ضابطہ پر پورا نہیں اترتی۔ نہ نصوص سے اس بات کی تائید ہوتی ہے اور نہ کوئی عقل مند شخص اس بے ہودہ خیالی کو گوارا کرسکتا ہے، اس لئے یہ خیال تو کسی طرح قابل التفات نہیں ہے جس کا دیگر نقصانات کے علاوہ ایک بُرا نتیجہ یہ ظاہر ہوگا کہ "جتنے منہ اتنی باتیں" کے مطابق ہر شخص کا "مقصود شریعت" الگ ہوگا اور بدیہی بات ہے کہ مقصود کے متعدد ومختلف ہونے کا تعلق قاصد کے ساتھ ہوتا ہے، لہٰذا اس کو یوں تعبیر کیا جاسکتا ہے کہ ہر شخص کی شریعت دوسرے سے الگ ہوگی۔

اصولی طریقہ کار

اصولی بات یہ ہے کہ:

۱: اگر "مقصود" کو اس مفہوم میں لیا جائے کہ اس کے ساتھ شرعی احکام کا ربط وتعلق ہو، یعنی مقصود حاصل ہوتا ہو تو حکم بھی متوجہ ہو اور مقصود حاصل نہ ہوتا ہو تو حکم بھی ختم۔ اس معنی میں "مقصود شرعی" کا حاصل وہی ہے جو اصول فقہ کی کتابوں میں علت کے عنوان کے تحت ذکر کیا جاتا ہے، اور چونکہ شرعی احکام کا تعلق الفاظ وعناوین کے ساتھ نہیں ہوتا بلکہ معانی ومقاصد ہی کو مد نظر رکھا جاتا ہے، اس لئے اس مفہوم میں مقاصد شریعت متعین کرنے کے لئے وہی

طریقہ کار اختیار کرنا ضروری ہے جو اصولی کتابوں میں استخراج علت کا ذکر کیاجاتاہے، اس تناظر میں کسی چیز کو مقصود شرعی کا درجہ اسی وقت دیاجاسکتاہے جب کہ اس کو اس مرحلہ سے احتیاط کے ساتھ گزارا جائے جس کو اصولیین حضرات "مسالک علت" کے عنوان کے تحت ذکر فرماتے ہیں۔

اس اصولی طریقہ کار کی رعایت کئے بغیر اگر محض اپنی طرف سے کسی چیز کو مقصود شرعی ٹھہرایا جائے تو یہ ابتداع فی الدین کے زمرے میں آئے گا جو دینِ حق میں زیادتی کرنے کی ایک نہایت مذموم اور ممنوع شکل ہے۔اور علت کے استخراج وتعین کا یہ عمل چونکہ کارِ اجتہاد کا اہم وظیفہ ہے،اس لئے اس کے لئے اجتہادی استعداد درکار ہے،اس کے بغیر کسی شخص کے استخراج کا اعتبار نہیں ہے۔

۲:اگر" مقصود شرعی"کو اس مفہوم میں نہ لیاجائے بلکہ دینی حکم کے اسرار وحِکم کے مترادف کے طور پر لیاجائے تو اگرچہ یہ کام بھی دراصل انہی عالی ہمت نفوس کاہے جن کو اللہ تعالیٰ نے اجتہاد واستنباط کی صلاحیت واستعداد سے نوازا ہو لیکن بہر حال اگر اس سے کم درجے کے اہل علم بھی اس میں حصہ لیں تو بھی مضائقہ نہیں ہے جبکہ وہ حکمت دیگر نصوص کے معارض نہ ہو۔

دوسرا مرحلہ:مقصود کا تعین کیسے؟

پہلے باب میں وضاحت کے ساتھ یہ بات لکھی گئی تھی کہ علامہ شاطبی اور علامہ محمد ابن عاشور (رحمہما اللہ) کے نزدیک مقاصد شریعت کے استخراج کا طریقہ کار کیاہے؟ان کے علاوہ بھی کچھ طرق ہیں جن کو عرب وعجم کے مختلف حضرات مقاصد شریعت معلوم کرنے کے لئے اپناتے ہیں جو اس موضوع کے ساتھ کچھ ربط

و تعلق رکھتے ہیں، ان میں سے بہت سی مثالیں ایسی بھی ہیں جہاں سطحی طور پر ایک نص یا چند نصوص کو دیکھ کر کسی چیز کے مقصود شرعی ہونے کا فیصلہ صادر کر لیا گیا۔

تمام طرق واسالیب کا تجزیہ کرنا تو طول کا باعث ہے، بس اس میں ضابطہ کی بات وہی ہے جو پہلے مرحلہ کے ضمن میں ذکر کی گئی کہ "مقصود شرعی" کو اگر مناط احکام کے مفہوم میں لیا جائے تو یہ علت کا ہم معنی ہو جائے گا اور ایسے مقصود کے تعین کے لئے وہی طریقہ کا راختیار کرنا ضروری ہے جو اصول فقہ کی کتابوں میں ذکر کیا گیا ہے، محض ظن و تخمین، عرف ورواج اور رائے عامہ وغیرہ عناصر کی بنیاد پر ایسا فیصلہ کرنا کسی طرح درست نہیں ہے۔[1]

نئی فہرست کی دو نمایاں خامیاں

اس وقت مختلف حلقوں کی جانب سے مقاصد کی فہرست میں جن جن امور کا اضافہ کیا جارہا ہے، ان تمام میں غور وخوض کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید دین اسلام کا مقصود اپنے پیروکاروں کے دنیوی مصالح اور مادی مفادات ہی کا تحفظ ہے اور ان مادی مصالح میں بھی بیشتر وہ چیزیں نظر آتی ہیں جو اس خاص زمانے

[1] علت بمعنی مناط احکام کے استخراج واستنباط کا اصولی طریق کار کیا ہو گا؟ اس میں ائمہ مجتہدین کی تحقیق مختلف ہیں، استنباط کے بعض اصول وطرق اتفاقی بھی ہیں اور کچھ مختلف فیہ۔ جس کی تفصیل کے لئے ہر مذہب کے اصول فقہ کی کتابوں کی طرف مراجعت کی جاسکتی ہے، اصول فقہ مقارن کی کتابوں سے بھی استفادہ کیا جاسکتا ہے۔ تاہم حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ نے بڑے ضبط وافادیت کے ساتھ ان تمام اصول کو دس اصول میں جمع فرمانے کی کوشش فرمائی ہے جس کی تفصیل آپ نے اپنی مشہور ومفید کتاب "حجۃ اللہ البالغۃ" میں ذکر فرمائی ہے (ملاحظہ ہو: حجۃ اللہ البالغۃ، باب کیفیۃ فہم المراد من الکلام، ج ا ص ۳۸۲)۔ اپنی دوسری کتاب "الفوز الکبیر" میں بھی ان اصول کو اختصار کے ساتھ ضبط فرمایا ہے اور ساتھ یہ لکھا ہے کہ "نفث فی الروع" کے قبیل سے ہے۔

یا ماحول کے پیداوار ہیں۔ مثال کے طور پر ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی مرحوم کے حوالہ سے مقاصد کی جو نئی فہرست پہلے ذکر کی گئی ہے، اس میں:"

ا: انسانی عزوشرف۔ ۲: بنیادی آزادیاں۔ ۳: عدل وانصاف۔ ۴: ازالہ غربت اور کفالت عامہ۔ ۵: سماجی مساوات اور دولت وآمدنی کی تقسیم میں پائی جانے والی ناہمواری کو بڑھنے سے روکنا۔ ۶: امن وامان اور نظم ونسق۔ ۷: بین الاقوامی سطح پر باہم تعامل اور تعاون۔"[1]

چیزیں داخل ہیں۔ ان ساتوں امور کے بنیادی خدوخال اور پھر ان کے حدودِ اربعہ کیاہیں[2]؟ اس بات سے قطعِ نظر کرکے جو بات قابل توجہ ہے وہ یہ ہے کہ سب چیزیں دنیوی مصالح سے جڑے نظر آتے ہیں، اور مغربی تسلط سے پہلے یہ دلکش عنوانات اس قدر زور وشور کے ساتھ مشہور نہ تھے۔ یہ کتنے ہی خوشگوار حیرت کی بات ہے کہ دین اسلام جن مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے دنیا میں

---

[1] مقاصد شریعت، ص ۲۱

[2] مقاصد شریعت کے حالیہ پیش رفت کے نتیجے میں مختلف مفکرین کی جانب سے جو مقاصد متعین کئے جاتے ہیں، ان میں دیگر اصولی اسقام کے علاوہ ایک بنیادی سقم یہ بھی ہے کہ ان میں انضباط نہیں ہے حالانکہ کسی چیز کو "علت" اور "مدار احکام" ٹھہرانے کے لئے یہ بنیادی شرط ہے، ورنہ مآل کار اتباع ہوی کا دروازہ چوپٹ کھل جاتا ہے اور شرعی احکام بازیچہ اطفال بن جاتے ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وإذا عين شيء من الطاعات للفرضية فلا بد من ملاحظة أصول:..ومنها إلا يسجل على التكليف بشيء حتى يكون ظاهرا منضبطا لا يخفى عليهم، فلذلك لا يجعل من أركان الإسلام الحياء وسائر الأخلاق، وأن كانت من شعبة.[2]

لیکن یہاں اس مختصر کتابچے میں ان اسقام کی تفصیل چونکہ مقصود نہیں ہے، اس لئے اس کی طرف زیادہ تعرض نہیں کیا جاتا۔

آیااور جن اہداف کی خاطر دنیا کے اطراف واکناف میں لاکھوں تبدیلیوں کا سبب بنا،وہ مقاصد اس قدر دقیق اور عمیق ثابت ہوئے کہ اسلامی پیغام کے اولین علمبر داران بھی ان سے ناواقف رہیں، صدیاں گزرنے کے باوجود ان مقاصد کو کوئی نکھرنے والا سچا خادمِ اسلام نصیب نہیں ہوا، یہاں تک مغربی غلبہ اور اقوام متحدہ کے تشکیل پانے کی برکت سے امت مسلمہ ان مقاصد کے سمجھنے میں کامیاب ہو سکیں!

دنیوی مصالح کے تحفظ اور اسلام کا موقف

اس طرزِ فکر کے مؤلفین کی کتابوں سے ایک عام قاری یہی خیال کرتا ہے کہ جس طرح دنیا میں دیگر نظامہائے حیات اور فلسفے ہیں، اسلام بھی انہی کی طرح ایک فلسفہ ہے جس کا مطمحِ نظر یہی ہے کہ اپنے ماننے والوں کے دنیوی مفادات کا تحفظ کرلے اور بس! حالانکہ یہ واضح اور خطرناک گمراہی ہے۔ دنیوی زندگی اور اس میں موجود یا مزعومہ مقاصد کا تحفظ دین سماوی کا اصل مقصود نہیں ہوتا، خاص کر اسلام کا موقف اس حوالہ سے بالکل واضح ہے جس پر دسیوں آیات شاہد صدق ہیں۔ دنیوی زندگی چونکہ آخرت کی زندگی کا مقدمہ اور اس کے لئے تیاری کا مرحلہ ہے، اس لئے دین اسلام اس میں مسلمانوں کی مصالح کا تحفظ کرتا ہے تاکہ یہاں رہ کر اپنا مقصود اصلی میں کامیاب ہونے کا موقع نصیب ہو جائے۔

علامہ ابن الہمام رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

لأنّ المقصود مِن نصب الإمامة بالـذّات إقامـة أمـر الـدّين.. وأمّا النّظرُ في أمور الدّنيا وتدبيرها.. فمقصود ثانيـا لأنّـه إنّـما هـو

ليتفرّغ لذلك أي لأمر الدّين. فإنّ أمر المعاش إذا انتظمتْ.. تفـرّغ النّاس لأمر دينهم فقاموا بوظائف العبادات المطلوبة مِنهم.١

ترجمہ:"دین اسلام میں جو حکمرانی کا تصور ہے اس کا بنیادی مقصد دینی احکامات کا نفاذ ہے، دنیوی امور کا انتظام دوسرے درجے کے کام ہیں، کیونکہ حاکم وغیرہ کے ذمے جو دنیوی امور نمٹانے کی ذمہ داری لگائی گئی ہے وہ دینی ذمہ داریوں کے لیے فراغت کا سامان فراہم کرنے کے لیے ہے، کیونکہ جب دنیوی نظام منظم ہو تو لوگ اپنی فرائض اور عبادات دل جمعی کے ساتھ ادا کر سکیں گے "۔

اصولیین اور "مقاصدیین" کی تصریحات

مقاصد شریعت کی بحث میں متعدد قدیم اصولیین کرام نے بھی اس بات کی صراحت فرمائی ہے ، گو ہمارا خیال یہ ہے کہ اس وقت اس صراحت کی زیادہ ضرورت بھی نہیں تھی کیونکہ مادیت اور دنیویت کا اس قدر غلبہ نہ تھا جتنا ہم دیکھ رہے ہیں۔

مثال کے طور پر علامہ سیف الدین آمدی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

الْمَقْصُودُ مِنْ شَرْعِ الْحُكْمِ إِمَّا جَلْبُ مَصْلَحَةٍ أَوْ دَفْعُ مَضَرَّةٍ أَوْ مَجْمُوعُ الْأَمْرَيْنِ بِالنِّسْبَةِ إِلَى الْعَبْدِ ..وَإِذَا عُرِفَ أَنَّ الْمَقْصُودَ مِنْ شَرْعِ الْحُكْمِ إِنَّمَا هُوَ تَحْصِيلُ الْمَصْلَحَةِ أَوْ دَفْعُ الْمَضَرَّةِ، فَذَلِكَ إِمَّا أَنْ يَكُونَ فِي الدُّنْيَا أَوْ فِي الْآخِرَةِ، فَإِنْ كَانَ فِي الدُّنْيَا فَشَرْعُ الْحُكْمِ إِمَّا أَنْ يَكُونَ مُفْضِيًا إِلَى تَحْصِيلِ أَصْلِ الْمَقْصُودِ ابْتِدَاءً أَوْ دَوَامًا أَوْ تَكْمِيلًا.. وَأَمَّا

١ المسامرة شرح المسايرة، الركن الرّابع في السمعيات،ص٢٥٥.

فِي الْأُخْرَىٰ فَالْمَقْصُودُ الْعَائِدُ إِلَيْهَا مِنْ شَرْعِ الْحُكْمِ لَا يَخْرُجُ عَنْ جَلْبِ الثَّوَابِ وَدَفْعِ الْعِقَابِ.

فَالْأَوَّلُ: كَالْحُكْمِ بِإِيجَابِ الطَّاعَاتِ وَأَفْعَالِ الْعِبَادَاتِ لِإِفْضَائِهِ إِلَىٰ نَيْلِ الثَّوَابِ وَرَفْعِ الدَّرَجَاتِ.وَالثَّانِي: فَكَالْحُكْمِ بِتَحْرِيمِ أَفْعَالِ الْمَعَاصِي وَشَرْعِ الزَّوَاجِرِ عَلَيْهَا دَفْعًا لِمَحْذُورِ الْعِقَابِ الْمُرَتَّبِ عَلَيْهَا.[١]

ترجمہ: یہ بات واضح ہے کہ بندہ کی بنسبت شرعی احکام سے مقصود دنیایا آخرت میں فائدہ کا حصول یانقصان دفع کرناہی ہے تو اگر معاملہ دنیاکاہو تو اس کی صورت یاتو یہ ہوگی کہ یاتو اس حکم سے وہ مقصود پہلے پہل حاصل ہوگایا ہمیشہ یااس انتہاء۔اخروی لحاظ سے احکام شرعیہ سے حصول ثواب اور عذاب خداوندی سے نجات دلانا مقصود ہے مثلاطاعات لازم کرنے اور عبادات واجب کرنے سے مقصود ثواب حاصل حاصل کرنااور بندوں کے درجات بلند کرناہے،اور جن امور سے منع کیاگیاہے جیسے تمام معاصی کی حرمت ،اس کی مشروعت اس لیے ہوئی تاکہ اس کی وجہ سے عذاب خداوندی میں گرفتار ہونے سے بندہ کو بچائے۔

علامہ عزالدین بن عبد السلام رحمہ اللہ، جن کا اس فن کی تدوین اوراس کی اہمیت اجاگر کرنے میں بنیادی کردار رہاہے، وہ اپنی ایک کتاب کی ابتداء میں تحریر فرماتے ہیں؛

---

[١] الإحكام في أصول الأحكام للآمدي،الْفَصْلُ الثَّانِي فِي تَحْقِيقِ مَعْنَى الْمَقْصُودِ الْمَطْلُوبِ مِنْ شَرْعِ الْحُكْمِ، ج٣ص٢٧١

أما بعد فَإِن الله تَعَالَىٰ أرسل الرُّسُل وَأنزل الْكتب لإِقَامَة مصَالح الدُّنْيَا وَالْآخِرَة وَدفع مفاسدهما والمصلحة لَذَّة أَو سَببهَا أَو فرحة أَو سَببهَا والمفسدة ألم أَو سَببه أَو غم أَو سَببه.١

ترجمہ: اللہ نے دنیا اور آخرت کے فوائد و مصالح حاصل کرنے اور نقصانات اور مفاسد سے بچنے کے لیے انبیاء کرام کی بعثت فرمائی، کتابوں کو نازل فرمایا، فوائد و مصالح سے عیش چین و آرام یا اس کے اسباب جبکہ مفاسد سے درد و غم یا اس کے اسباب مراد ہیں۔

علامہ ابن عبد السلام رحمہ اللہ کے تلمیذ رشید علامہ قرافی رحمہ اللہ، جو فن مقاصد شریعت کے ابتدائی متعارف کرنے والوں میں سے ایک ہے، وہ بھی اس بات کی تصریح فرماتے ہیں، علامہ بقوری ان کی کلام کی تلخیص کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

وتنقسم مصالح الدنيا ومفاسدها الى مقطوع ومظنون وموهوم. تنقسم بحسب ما تُعْرَفُ به إلى شرع وعادة. فمصالح الآخرة لا تُعرَفُ إلا بالشرع، ومصالح الدنيا تعرف بالتجربة والعادة.٢

ترجمہ: اللہ نے دنیا اور آخرت کے فوائد و مصالح حاصل کرنے اور نقصانات اور مفاسد سے بچنے کے لیے انبیاء کرام کی بعثت فرمائی، کتابوں کو نازل فرمایا، فوائد و مصالح سے

١ الفوائد في اختصار المقاصد،فصل فِي بَيَان الْمصَالح والمفاسد،ص٣٢

٢ ترتيب الفروق واختصارها،القواعد الكلية بالنسبة الي مابعدها،القاعدة الثانية: في أقسام المصلحة والمفسدة على الجملة،ج١ص٤٢

عیش چین وآرام یااس کے اسباب جبکہ مفاسد سے درد وغم یااس کے اسباب مراد ہیں۔

علامہ شاطبی رحمہ اللہ، جو اس فن کے بنیادی اور مشہور معمار ہے وہ خود، تحریر فرماتے ہیں:

المصالح المجتلبة شرعا والمفاسد المستدفعة إنما تعتبر من حيث تقام الحياة الدنيا للحياة الأخرىٰ، لا من حيث أهواء النفوس في جلب مصالحها العادية، أو درء مفاسدها العادية.[1]

ترجمہ:" فوائد کا حاصل کرنا یامفاسد کا دفع کرنا اگر شرعا کہیں مقصود ہے تووہ اس لحاظ سے کہ دنیوی زندگی اخروی زندگی کے کچھ کام آئے، محض دلی خواہش کے مطابق عام رواجی فوائد حاصل کرنا یانقصانات سے بچاؤ شریعت کی نظر میں ہر گز مقصود نہیں"۔

اس کا حاصل یہ ہے کہ شریعت نے اگر کچھ مصالح کے حاصل ہونے اور مفاسد دور کرنے کو مقصودیت کا درجہ دیاہے تو اس کا بنیادی مقصود ہی یہ ہے کہ اخروی زندگی کی کامیابی کرنا آسان ہو، دنیوی مصالح ومفاسد بذات خود شریعت کا مطمح نظر ہیںنہیں ہیں۔ اس کے بعد اپنے مزاج ومذاق کے مطابق اس پر مختلف دلائل ذکر فرمائے ہیں۔

[1] الموافقات، كتاب المقاصد، النوع الأول: في بيان قصد الشارع في وضع الشريعة، ج٢ص٦٣

تیسرا مرحلہ: مقصود کا تعین کیوں کرے؟

کسی چیز کو مقصود شرعی ٹھہرانے سے پہلے اس بات کا جائزہ لینا بھی ضروری ہے کہ ہم ایسا کیوں کر رہے ہیں؟ مقصود کے تعین کرنے سے ہمارا غرض وغایت کیا ہے؟ اس میں درجِ ذیل احتمالات ہیں:

۱: اس کی بنیاد پر نئے درپیش مسائل کا شرعی حکم معلوم کر لیا جائے۔

۲: منصوص مسائل تک کو اس کے مطابق جانچ و پڑتال کی جائے۔ اگر ان سے مقاصد شریعت پورے ہوتے ہوں تو ان کو اپنی حالت پر برقرار رکھا جائے ورنہ مقاصد شریعت کے مطابق کر لیا جائے۔

۳: پہلے سے جو اجتہادی مسائل میں اختلاف چلا آرہا ہے، مقاصد شریعت کی بنیاد پر اس اختلاف کا تصفیہ کیا جائے اور اختلافی اقوال میں سے جو قول مقاصد شریعت سے ہم آہنگ ہو، اسی کو ترجیح دیکر اختیار کر لیا جائے۔

۴: شرعی احکام و تعلیمات کا کوئی ممکنہ راز و حکمت معلوم کر لی جائے تاکہ ایمان و یقین میں اضافہ کا سبب بنے اور کوئی معترض ہو تو اس کو سمجھایا جائے۔

اس موضوع پر لکھنے والے حضرات ایسے کچھ اور اغراض واہداف بھی متعین کرتے ہیں جن کو متعلقہ موضوع کی معاصر کتابوں میں "مقاصدِ شریعت کے فوائد" کے عنوان کے تحت ذکر کرتے ہیں۔

بہر حال یہاں جس بات کی طرف سے توجہ دلانی مقصود ہے، وہ یہ ہے کہ کسی چیز کو مقاصد شریعت میں داخل کرنے سے پہلے اس بات کا جائزہ لینا چاہئے کہ:

الف: اس داخل کرنے اور مقصود شرعی ٹھہرانے کی غرض کیا ہے؟ وہ غرض اصولی لحاظ سے ممکن اور جائز بھی یا نہیں؟

ب: ہر غرض کے مطابق عمل در آمد کیا جائے۔

اس تناظر میں دیکھا جائے تو بعض اغراض واہداف تو ایسے ہیں جو اصولی نقطہ سے درست ہی نہیں ہے، مثال کے طور پر مزعومہ مقاصد شریعت کی بنیاد پر منصوص احکام کی جانچ وپڑتال اور ردّ وقبول کرنا، اسی طرح سلف صالحین اور ائمہ مجتہدین کے اختلافات کا اس بنیاد پر تصفیہ کرنا۔ اور کچھ اغراض ایسے ہیں جن کے درست ہونے میں کلام نہیں ہے لیکن غلطی یہ کی جاتی ہے کہ مقصود متعین کرتے ہر غرض کے لئے مطلوبہ معیار کا لحاظ نہیں رکھا جاتا۔ مثال کے طور پر نمبر ۱ اور نمبر ۴ میں جو اغراض لکھے گئے ہیں، ان کے درست ہونے میں کلام نہیں ہے تاہم نمبر ۱ کے لئے ضروری ہے کہ استخراج علت کے لئے مطلوبہ ضابطہ کے مطابق مقصود شرعی کا تعین کیا جائے جس کی تفصیل ذکر ہو چکی ہے۔

چوتھا مرحلہ: مقصودیت کا درجہ

کسی چیز کو مقصود شرعی کا درجہ دینا ہے تو اس بات کی بھی وضاحت کی جائے کہ مقصودیت کا درجہ کس قدر ہے؟ سنت وواجب بھی مقصود ہوتے ہیں اور مباح بھی کسی درجہ میں مقصود قرار دیا جاسکتا ہے، یوں ہی مکروہ اور حرام امور سے بچنا بچانا بھی مقصود ہے، مقصودیت کے تحت یہ سب درجے داخل ہو جاتے ہیں حالانکہ سب کا حکم یکساں نہیں ہے تو ضروری ہے کہ مقصودیت کے درجے کی بھی وضاحت کی جائے۔ اسی طرح اگر کسی مزعومہ مقصود شرعی کا دوسرے حکم کے ساتھ تعارض

وٹکراؤ محسوس ہوتا ہو تو اس کے ختم کرنے کا طریقہ بھی یہ ہے کہ دونوں کی نوعیت کو دیکھا پرکھا جائے، سنت ومندوب کی حد تک اگر کوئی چیز مقصود ہو تو اس کے لئے مباح کام کی قربانی دینی مناسب ہے، ضروری نہیں ہے، اور اس کے لئے واجب کی قربانی تو بالکل بھی درست نہیں ہے۔ اس کے بالمقابل مکروہ کام سے بچنا مقصود ہے مگر اس درجے کا مقصود نہیں ہے کہ اس کے لئے فرائض کی قربانی دیدی جائے، یہ اوراس قسم کے دیگر مشکلات حل کرنے کا مناسب حل یہی ہے کہ مقصود شرعی ہونے کا درجہ متعین کیا جائے۔

پانچواں مرحلہ: مقاصد شریعت کی درست تطبیق

آخری مرحلہ یہ ہے کہ کسی حادثے میں مقصود شرعی موجود ہے یا نہیں؟ ہے تو کس درجے کا؟ اوراس پر جو کچھ فیصلہ مرتب کیا جاتا ہے، وہ درست ہے یا نہیں؟ اس بات کا فیصلہ کرتے وقت پوری بیداری، احتیاط اور اچھی طرح غور وفکر سے کام لیا جائے، عجلت، ماحول سے تاثر وغیرہ جن عناصر کی وجہ سے اس باب میں غلطی پیدا ہو سکتی ہے، ان سب کا سدّباب کیا جائے تاکہ غلطی واقع ہونے کے ممکنہ راستے بند ہوں۔

باب سوم:

مقاصد شریعت کے باب میں احتیاط واعتدال کی ضرورت

"مقاصد شریعت" کی حالیہ جو لہر بعض عرب اور مغربی ممالک میں اٹھی ہے، اس کے کچھ نقصانات و مفاسد "خطرات وخدشات" کے عنوان کے تحت ذکر کئے جاچکے ہیں۔ یہاں اسی تناظر میں اہل علم کی آراء ان کی اپنی عبارات کی روشنی میں نقل کی جاتی ہے تاکہ یہ مسئلہ بے غبار ہو جائے اور واضح ہو جائے کہ اہل علم نے گو اس موضوع کو اپنے اپنے زمانے میں ایک زندہ جاوید موضوع کے طور پر رکھا تھا، تاہم انہوں نے اس کو حدود کے اندر ہی رکھا، شرعی احکام کے استخراج واستنباط کے باب میں انہوں نے قابلِ قدر احتیاط وتوازن سے کام لیا اور اس موضوع میں بے احتیاطی کے ممکنہ مفاسد ونقصانات ان کو علم تھا۔

قدیم اہل علم کی آراء

امام غزالی رحمہ اللہ کی تحقیق

امام غزالی رحمہ اللہ ایک سوال کے جواب کے ضمن میں تحریر فرماتے ہیں:

ومقاصد الشرع تعرف بالكتاب والسنة والإجماع. فكل مصلحة لا ترجع إلى حفظ مقصود فهم من الكتاب والسنة والإجماع وكانت من المصالح الغريبة التي لا تلائم تصرفات الشرع فهي باطلة مطرحة، ومن صار إليها فقد شرع كما أن من استحسن فقد شرع وكل مصلحة رجعت إلى حفظ مقصود شرعي علم كونه مقصودا بالكتاب والسنة والإجماع فليس خارجا من هذه الأصول.[١]

ترجمہ: مقاصد شریعت کا مصدر کتاب اللہ سنت رسول اور اجماع ہے جس مصلحت کا تعلق ان تینوں بالا مصادر سے معلوم چیز کی حفاظت سے نہ ہو اور وہ غیر مانوس مصلحت جو شریعت کے مزاج پر پورا نہ اترتا ہو اس کا شرعاً اعتبار نہیں اور اس کا اعتبار کرنا اور اسے درست سمجھنا شریعت گھڑنے کے مترادف ہے، البتہ جو مصلحت شرعاً مقصود مصلحت کی حفاظت سے متعلق ہو وہ بھی ادلہ ثلاثہ میں داخل اور مقصود شمار ہو گا۔

اسی کتاب میں ایک اور جگہ "مصالح" کی مشہور تین قسمیں ذکر فرمائی ہیں: ایک وہ مصلحت جس کے معتبر ہونے پر کوئی شرعی شاہد موجود ہو، اس کا حکم یہ ہے کہ یہ حجت ہے اور اصولی لحاظ سے اس کا حاصل قیاس ہی ہے، دوسری قسم ان مصالح کی ہے جن کے معتبر نہ ہونے کے پر کوئی شرعی شاہد موجود ہو، اس کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

---

[١] المستصفى، القطب الثاني في أدلة الأحكام، الأصل الرابع من الأصول الموهومة الاستصلاح، ص١٧٩

وفتح هذا الباب يؤدي إلى تغيير جميع حدود الشرائع ونصوصها بسبب تغير الأحوال. ثم إذا عرف ذلك من صنيع العلماء لم تحصل الثقة للملوك بفتواهم، وظنوا أن كل ما يفتون به فهو تحريف من جهتهم بالرأي.[1]

ترجمہ: لوگوں کی مختلف حالات کی وجہ سے مقاصد شریعت کی عام اجازت دیناشریعت کے حدود اور نصوص کو بدلنے کاذریعہ ہے پھر جب یہ علماء کاشیوہ جاناجائے تو حکمرانوں کو ان کے فتوی پر اعتماد نہ رہے گا کیونکہ وہ ہر ان کے ہر فتویٰ کو تحریف اور ذاتی رائے سمجھیں گے۔

امام ابن دقیق العید رحمہ اللہ کا موقف

علامہ زرکشی رحمہ اللہ آپ کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وقال ابن دقيق العيد: لست أنكر على من اعتبر أصل المصالح، لكن الاسترسال فيها. وتحقيقها يحتاج إلى نظر شديد ربما خرج عن الحد المعتبر.. وقد شاورني بعض القضاة في قطع أنملة شاهد، والغرض منعه عن الكتابة بسبب قطعها، وكل هذه منكرات عظيمة الوقع في الدين، واسترسال قبيح في أذى المسلمين.[2]

ترجمہ: بندہ نفس مصالح کے لحاظ کا منکر نہیں، مگر مکمل اجازت کا قائل نہیں، کیونکہ مصالح کی حقیقت سمجھنے کے لیے کافی کوشش درکار ہوتی ہے، چنانچہ بعض قاضیوں

[1] المستصفى،القطب الثاني في أدلة الأحكام،الأصل الرابع من الأصول الموهومة الاستصلاح،ص١٧٣

[2] البحر المحيط في أصول الفقه،كتاب الأدلة المختلف فيها،المصالح المرسلة،ج٨ص٨٣

نے مصلحت کی بنیاد پر گواہ کے پورے کاٹنے کامشورہ دیا، تاکہ وہ لکھنے کی استطاعت نہ رکھیں حالانکہ یہ بہت بڑاجرم اور مسلمانوں کی اذیت کاراستہ کھولناہے۔

علامہ تفتازانی رحمہ اللہ کاموقف

علامہ تفتازانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

والمراد بالمصلحة المحافظة علىٰ مقصود الشرع من المحافظة علىٰ الخمسة الضرورية فكل ما يتضمن حفظ هذه الخمسة الضرورية، وكل ما يقويها فهي مصلحة ودفعها مفسدة وإذا أطلقنا المعنىٰ المخيل أو المناسب في باب القياس أردنا به هذا الجنس والمصالح الحاجية أو التحسينية لا يجوز الحكم بمجردها ما لم تعضد بشهادة الأصول؛ لأنه يجري مجرىٰ وضع الشرع بالرأي وإذا اعتضد بأصل فهو قياس.[1]

ترجمہ:"مصلحت سے مراد یہ ہے کہ شریعت میں جن پانچ چیزوں کالحاظ رکھناضروری ہو اس کی حفاظت کی جائے، چنانچہ جو چیز بھی ان پانچ چیزوں کی حفاظت کرتاہو اسے مضبوط بناتاہو وہ مصلحت ہے اوراس راہ میں رکاوٹ بننافساد ہے۔باب القیاس میں جب بھی ہم مناسب وغیرہ الفاظ کہے اس سے مراد یہی ضروری مصالح مراد ہوں

تک اصولی لحاظ سے حکم کی بنیاد موجود نہ ہو،کیونکہ یہ شرعی حکم محض رائے سے

[1] شرح التلويح على التوضيح،الثالث المناسبة،ج٢ص١٤٢

گھڑنا ہے (جو کہ شرعا جائز نہیں) البتہ اگر کوئی شرعی بنیاد (علت) ہو تو پھر وہ شرعی قیاس (کے تحت داخل ہو کر حجت) ہو گی"۔

امام شاہ ولی اللہ دہلوی کی تحقیق

حضرت امام شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ نے اپنی مفید و مشہور کتاب "حجۃ اللہ البالغۃ" میں اس موضوع پر بڑی پُر مغز گفتگو فرمائی ہے کہ دین میں تحریف کیونکر پیدا ہوتی ہے؟ اس کے اسباب و وجوہات کیا ہوتے ہیں؟ تحریف دین کے سات اسباب میں سے ایک سبب "استحسان" بھی ذکر فرمایا ہے اور اس کی جو تشریح ذکر فرمائی ہے، اس کا حاصل وہی نکلتا ہے جس کو ہم "مقاصد شریعت کے تعین و تطبیق میں بے اعتدالی و بے احتیاطی" سے تعبیر کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں:

ومنها الاستحسان وحقيقته أن يرىٰ رجل الشارع يضرب لكل حكمة مظنة مناسبة، ويراه يعقد التشريع، فيختلس بعض ما ذكرنا من أسرار التشريع، فيشرع للناس حسبما عقل من المصلحة. كما أن اليهود رأوا أن الشارع إنما أمر بالحدود زجرا عن المعاصي للاصلاح، ورأوا أن الرجم يورث اختلافا وتقاتلا بحيث يكون في ذلك اشد الفساد،واستحسنوا تحميم الوجه والجلد، فبين النبي صلىٰ الله عليه وسلم أنه تحريف ونبذ لحكم الله المنصوص بالتوراة بآرائهم. عن ابن سيرين قال: أول من قاس إبليس، وما عبدت الشمس والقمر إلا بالمقاييس. وعن الحسن أنه تلا هذه الآية:

{خلقتني من نار وخلقته من طين} .قال: قاس إبليس وهو أول من قاس.[1]

ترجمہ:"تحریف کے اسباب میں سے ایک استحسان بھی ہے، استحسان کی حقیقت یہ ہے کہ مثلاً کوئی بندہ شارع کے ہر حکم کے لیے مناسب موقع تجویز کرتے ہوئے دیکھتاہے اور امور شرعی کو منضبط کرتے ہوئے پاتاہے، توامور شرعی کے بعض بعض اسرار جن کو ہم ذکر کر چکے ہیں معلوم کرلیتاہے اور اپنے نزدیک مصلحت سمجھ کر لوگوں کے لیے احکام جاری کرتاہے، جیساکہ یہود نے جب دیکھا کہ شارع نے حدود کا اس لیے حکم دیاہے کہ لوگ گناہوں سے باز رہیں اور ان کی اصلاح ہو جائے اور پھر خیال کیا کہ رجم سے اختلاف اور جنگ وجدال پیدا ہوتاہے، اور اس میں اورزیادہ فساد کااندیشہ ہے توانہوں نے زانی کامنہ سیاہ کرنااور کوڑے مارنااختیار کرلیاپس نبی کریم ﷺ نے فرمایاکہ یہ دین میں تحریف ہے اور تورات کے حکم منصوص کے بالکل مخالف ہے۔ حضرت ابن سیرینؒ سے منقول ہے کہ سب سے پہلے ابلیس نے قیاس کیااور سورج اور چاند کی عبادت قیاس کی وجہ سے ہوئی

کرکے فرمایاکہ ابلیس نے قیاس کیااور وہ سب سے پہلے قیاس کرنے والا تھا"۔

اس کے بعد سلف صالحین سے مذمت کے کچھ نصوص نقل کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں؛

والمراد بهذا كله ما ليس استنباطا من كتاب الله وسنة رسوله.

[1] حجة الله البالغة، باب احكام الدين من التحريف، ج۱ص۲۱۱

ترجمہ: "ان سب امور سے وہی مراد ہیں جو کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ سے ماخوذ نہ ہو"۔

معاصرین کی شہادتیں

مصلحت کے متعلق نجم طوفی کا نظریہ مشہور ہے، اس کا خیال یہ ہے کہ شریعت کا مقصود مصالح کا تحفظ کرنا ہے، لہٰذا اگر کوئی جزوی نص بھی کسی مصلحت کے خلاف آجائے تو مصلحت ہی کو مقدم رکھا جائے گا۔ اس بات کی تردید کے ضمن میں علامہ محمد زاہد کوثری رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں؛

مَنْ أصّل مِثل ذلك الأصل لا يكون إلّا قاصدا لاستئصال الشّرع.[1]

ترجمہ: "جو بھی اس طرح ضابطہ بنائے گا تو اس کا مقصد محض شریعت ڈھانا ہی ہو گا"۔

علامہ سعید رمضان بوطی نے "مصالح" کی شرعی واصولی حیثیت سے متعلق ایک مفید مقالہ تحریر فرمایا ہے، اس میں وہ لکھتے ہیں:

فإذا روعيت هذه الأمور مع توفر العلم والتقوي،فإن الإجتهاد لن يكون إلا بابا للخير إن شاء الله. وإن أهملت،وكان اسم المصلحة وحده هوالمنار والدليل في طريق البحث فلعمري إن مثل هذا الإجتهاد لن يكون إلا أوسع باب شر مستطير يحيق بالمسلمين و حسبك من شر يخرج إحكام الشريعة من حصن النصوص وحرزها إلي ساحة الإهواء ومتاهة الأراء التي تضل وراء اسم

---

[1] مقالات الكوثري،ص٢٠١.

المصلحة والمنفعة. ولو كان اجتهاد المسلمين من قبل قائما علي هـذا الأساس،لضـــاعت الشر ـــيعة في غـــمار الأراء المختلفـــة المتطورة،ولماعت حتي لايعلم منها إلا اسـمها. ولكـن الله حـافظ لدينه،حام لشريعة"إنا نحن نزلنا الذكر وإنا له لحافظون" ولاتـزال خيرة عباده يدعون إلي الحق ويهدون بـه إلي أن يـرث الله الأرض و من عليها.[1]

ترجمہ:"اگر کامل علم وتقویٰ کے ساتھ ان چیزوں کا بھی لحاظ رکھاجائے تو(یہ ایک قسم اجتہاد شمار ہو گا اور)بہت مفید ہو گا،کیونکہ اجتہاد خیر ہی کاراستہ ہے اگر ان شرائط کالحاظ نہ رکھاجائے اور محض مصلحت ہی بحث ومباحثہ کا محور بنے تو بخدااس قسم اجتہاد سے مسلمانوں کے درمیان شر ہی پھیلے گا،اَحکام شرعیہ کے لیے نصوص کے مقابلے

کر شر کاتصور نہیں ہو سکتا۔ اگر مسلمانوں کااجتہاد اس سے پہلے ان امور پر قائم ہو تاتو شریعت کب تک ضائع ہوتی اوراب تک محض ان کانام رہتا،مگر چونکہ خداتعالیٰ نے اپنے ذمے اس کی حفاظت لگائی ہے(لہذاایسانہ ہوا)اور تاقیامت اللہ کے برگزیدہ بندے حق کی دعوت دیں گے اور لوگ اس کی وجہ سے ہدایت پائیں گے۔

شیخ محمد امین شنقیطی مرحوم ایک محاضرہ میں تحریر فرماتے ہیں؛

فالحاصل أن الصحابة رضي الله عنهم كانوا يتعلقون بالمصالح المرسلة التي لم يدل دليل علىٰ إلغائها، ولم تعارضها مفسدة راجحة

[1] ضوابط المصلحة في الشريعة الإسلامية،ص٤١٤.

أو مساوية، وأن جميع المذاهب يتعلق أهلها بالمصالح المرسلة، وإن زعموا التباعد منها، ومن تتبع وقائع الصحابة وفروع المذاهب علم صحة ذلك، ولكن التحقيق أن العمل بالمصلحة المرسلة أمر يجب فيه التحفظ وغاية الحذر حتىٰ يتحقق صحة المصلحة وعدم معارضتها لمصلحة أرجح منها أو مفسدة أرجح منها أو مساوية لها، وعدم تأديتها إلىٰ مفسدة في ثاني حال.١

ترجمہ:"خود صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ان عام مصالح کالحاظ رکھا جن کے باطل ہونے کی کوئی دلیل نہ تھی، اوراس سے بڑھ کر یامساوی مصلحت بھی اس کے مقابلے میں موجود نہ تھی نیز تمام مذاہب میں ان کالحاظ رکھا گیا اگرچہ بظاہر وہ اس سے دور رہنے کے مدعی بھی تھے، چنانچہ جو بھی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حالات یامذاہب کے فروعی احکامات کاجائزہ لیں گے اسے ملاحظہ کریں گے، البتہ مصالح مرسلہ کوبروکارلاکر کوئی حکم لگانے میں حد درجہ احتیاط کی ضرورت ہے، کہ واقعۃً وہ مصلحت موجود ہو اوراس کے مقابلے میں اس سے راجح مصلحت نہ ہو، نیز مصلحت کی رعایت کی صورت میں اس کے مساوی یابڑھ کر مفسدہ فی الحال یاانجام کارپیدانہ ہوتاہو۔

١ المصالح المرسلة،ص٢١